مرضِ تکبّر

علامات، تشخیص کے طریقے اور اس کا علاج

جمع وترتیب
سید عابد حسین زیدی

پیغامِ وحدتِ اسلامی

تکبر کیا ہے۔؟

جس سے لوگوں کی تحقیر کی جائے
اور حق کو نظر انداز کر دیا جائے۔۔

امام جعفرِ صادق علیہ السلام

امام جعفرِ صادق علیہ السلام

جس نے تکبر سے جان چھڑائی گویا
اُس نے عزت و شرافت حاصل کر لی۔۔

قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی مانند محشور ہوں گے جن کی شکل و صورت انسانوں جیسی ہوگی اور انہیں ذلت و رسوائی ہر طرف سے اپنے گھیرے میں لے لے گی۔۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

متکبر کا کوئی سچا دوست نہیں ہوتا۔۔ (مولا علیؑ)

مرضِ تکبُّر

علامات، تشخیص کے طریقے
اور اس کا علاج

جمع و ترتیب
سید عابد حسین زیدی

MAHFOOZ BOOK AGENCY
Martin Road, Karachi-74800
Tel : 4917823-4124286
Fax : 4312882

ناشر
پیغامِ وحدتِ اسلامی (کراچی)

کتاب کی شناخت

نام کتاب : مرض تکبّر
علامات، تشخیص کے طریقے اور اس کا علاج

مؤلف : سید عابد حسین زیدی

کمپوزنگ : محمد علی کاظمی

پروف ریڈنگ : سید رضا عباس عابدی (محمد)

مطبع : الباسط پرنٹرز 021-6606211,4268448

ایڈیشن : چہارم

تعداد : ایک ہزار

سال طبع : ۲۰۰۸ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں

﴿ باہتمام ﴾

مدرسة القائمؑ

50-R بلاک 20، سادات کالونی، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون: 021-6366644 , 0334-3102169
ویب سائٹ: www.al-qaaim.com ای میل: info@al-qaaim.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱)	تقریظ — مولانا سید ذوالفقار علی زیدی	۶
۲)	پیش لفظ — ادارہ	۸
۳)	عجب اور تکبّر میں فرق	۱۲
۴)	تکبّر کون شخص کرتا ہے	۱۲
۵)	ابوذرؓ کی آسمانوں میں شہرت کی ۲ وجوہات	۱۲
۶)	تھوڑا سا تکبّر بھی جنت میں جانے میں مانع ہے	۱۳
۷)	خدا ہر تکبّر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے	۱۳
۸)	ابلیس تکبّر ہی کے باعث کافر ہوا	۱۴
۹)	تکبّر کی دنیاوی سزا	۱۴
۱۰)	حضرت سلیمان کی تواضع قلبی	۱۴
۱۱)	حضرت حذیفہ یمانی تکبّر کے خیال سے بھی ڈرتے تھے	۱۴
۱۲)	تکبّر سے بچنے کے لیے رسولؐ کی اپنے اصحاب کو تاکید	۱۵
۱۳)	قرآن میں واقعہ ابلیس بیان کرنے کی ایک وجہ	۱۵
۱۴)	تکبّر رسالت مآب کا دشمن ہے	۱۵
۱۵)	حدیث قدسی	۱۵
۱۶)	لوگوں کو کمتر سمجھنے والا ہلاک ہو جائے گا	۱۶
۱۷)	امیر المومنین کا طریقہ تواضع	۱۶
۱۸)	حضرت سلمان فارسیؓ کی نصیحت	۱۶
۱۹)	امام خمینیؒ کا تواضع قلبی	۱۷
۲۰)	شیخ عبدالکریم حائریؒ کا طریقہ	۱۷

۲۱)	شیطان وقت مرگ بھی تکبر میں مبتلا کرتا ہے	۱۸
۲۲)	متقین کا طریقہ	۱۸
۲۳)	متکبر بے تکلف بڑا ہوتا ہے	۱۸
۲۴)	متکبر پہاڑ پر کھڑے ہوئے شخص کی مانند ہے	۱۹
۲۵)	رسولؐ دو باتوں میں سے "آسان" کو کیوں اختیار کرتے تھے؟	۱۹
۲۶)	متکبر شخص کچے چاولوں کی مانند ہے	۱۹
۲۷)	تواضع اور احساس کمتری میں فرق	۲۰
۲۸)	تواضع اتنی بھی نہ ہو کہ کفران نعمت اور ناشکری ہونے لگے	۲۱
۲۹)	شکر اور تواضع کیسے جمع ہوں؟	۲۱
۳۰)	مومن عارف جامع اضداد ہوتا ہے	۲۱
۳۱)	کیفیات عبادات حاصل نہ ہونے پر مایوس نہ ہوں	۲۲
۳۲)	ایک بہترین مثال	۲۳
۳۳)	متکبرین کے لیے الگ دوزخ ہے	۲۳
۳۴)	تواضع پر حسد نہیں ہو سکتا	۲۳
۳۵)	متکبرین چیونٹی کی شکل میں محشور ہوں گے	۲۳
۳۶)	تکبر، کفر اور الحاد کا سب سے کمترین درجہ ہے	۲۳
۳۷)	تکبر کا ایک بڑا دنیاوی نقصان	۲۴
۳۸)	تکبر کے کچھ مزید دنیاوی نقصانات	۲۵
۳۹)	دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے بھی تواضع ہی مفید ہے	۲۵
۴۰)	تکبر کی اقسام	۲۵
۴۱)	تکبر کی سب سے بڑی قسم	۲۶
۴۲)	تکبر کے درجات	۲۷
۴۳)	علامات تکبر، مریض تکبر کو مرض کا احساس نہیں ہوتا	۲۷
۴۴)	علامات ۱ تا ۳۷	۲۸
۴۵)	ایک قابل غور عرفانی نکتہ	۳۷
۴۶)	ایک اہم بات	۳۷
۴۷)	ایک اہم تنبیہ	۳۸
۴۸)	دوسری تنبیہ	۳۸
۴۹)	تیسری تنبیہ	۳۹
۵۰)	تکبر کب جائز ہے؟	۳۹
۵۱)	ایک باریک نکتہ	۴۰
۵۲)	تکبر کے چند اسباب	۴۱
۵۳)	تکبر کا علاج	۴۲
۵۴)	علمی علاج ۱ تا ۳۱	۴۲
۵۵)	ایک اہم بات	۵۶
۵۶)	تواضع فقط خدا کے واسطے ہو	۵۷
۵۷)	رسول اکرمؐ کی تواضع	۵۷
۵۸)	خاتمہ کلام	۵۹
۵۹)	مدارک	۶۰

تقریظ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ یعنی جس طرح بنی اسرائیل میں کئی انبیاء مختلف جگہوں میں کار رسالت کی ادائیگی میں مشغول تھے اسی طرح میری امت کے علماء بھی مختلف مقامات پر تبلیغی فرائض میں مشغول ہوں گے۔ امت مرحومہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ تبلیغ کا کام اس کے ہر ہر فرد پر فرض قرار دیا ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام افراد پر واجب ہے لیکن اس قدر جتنی وہ معلومات رکھتا ہے، عقائد اور احکام اسلام کا علم رکھنے والا عالم کہلاتا ہے۔ برخلاف اس کے ہمارے معاشرے میں اگر کوئی شخص کسی خاص وضع قطع کو اختیار کرتے ہوئے مخصوص لباس پہنتا ہے تو وہ عالم کہلاتا ہے جبکہ اسلام میں علم کے لئے کوئی خاص لباس یا نشان مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ علم کی نشانی اور علامت صرف اور صرف خود علم اور عمل ہے۔ مگر اب دوسری علامات کے وجود میں آنے کے بعد ان کی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی ہے۔ بہت پہلے بھی ایک دفعہ ایسی ایک آفت "عرفان اسلامی" پر پڑی۔ وہ اس طرح کہ عرفان اسلامی کی علامت کے طور پر ایک شخص نے صوف (اون) کا موٹا کپڑا پہننا شروع کیا اور صوف کے پہننے کو عارف کی نشانی بتائی۔ اس طرح عارف صوفی بن گیا مگر اس سے عرفان رخصت ہوا اور اس طبقے نے بھی حصول عرفان کے بجائے کھدر اور موٹے لباس کو کافی جانا جس کی ترقی یافتہ شکل آج آپ کو مزاروں کے اردگرد چیتھڑوں میں ملبوس افراد کی صورت میں مل سکتی ہے۔

جبکہ اسلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے: لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام کہتا ہے جو

دین کے لئے دنیا کو ترک کرے اور جو دنیا کے لئے دین کو ترک کرے وہ مجھ سے نہیں۔

جب سے علم کے لیے بھی یہ ظاہری نشانیاں قرار پائی ہیں، اسی مشکل سے دوچار ہے جبکہ علم کا حقیقی ثبوت عمل ہے اور ہر شخص پر اس کے علم کے مطابق عمل کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا فرض ہے اور ہر مومن مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے جیسے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ ۔ دراصل علم، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ وترویج ایک مسلمان کو گویا وراثت میں ملتی ہے اور بقول اکبرالہ آبادی:

باپ کا ورس نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراثِ پدر کیونکر ہو

ایک مسلمان زندگی کے چاہے کسی بھی شعبے میں کیوں نہ ہو اپنی اس میراث سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو بالکل ایسا ہے جیسے درخت سے پتہ کٹ کر گرے اور اس کے نیچے پڑا رہے۔ لوگ تو یہی کہیں گے کہ یہ اسی درخت کا پتہ ہے مگر پتہ ہی جانے کہ کٹنے کے بعد اس کی کیا حیثیت رہ گئی ہے اور وہ کٹنے کی وجہ سے ہی درخت کے فیض سے محروم ہوا کے جھونکوں کے رحم وکرم پر زمین پر ادھر ادھر ہو رہا ہے اور لوگ اسے کچلتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

مرتب نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اس کا حق ادا کیا ہے۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا کرے اور ان کے زور قلم میں اضافہ کرے۔ آمین!

سید ذوالفقار علی زیدی
جامع مسجد محمد مصطفی، عباس ٹاؤن، کراچی

پیش لفظ

خدا کی بارگاہ میں بلندی کا طریقہ اخلاق کا سنوارنا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے میں مکمل طور پر مصروف ہو جانا ہے۔ تا کہ تمام اخلاقی برائیاں بخل، حسد، ریا، تکبر، خود نمائی وغیرہ سے دور ہو کر سخاوت، اخلاص، تواضع، عاجزی اور دوسری تمام پسندیدہ صفات حاصل ہو جائیں۔ اس کے بغیر عبادت کی کثرت بھی فائدہ مند نہیں کیونکہ ان برائیوں کی وجہ سے اعمال ضائع اور ناقص ہو جاتے ہیں چونکہ اس راہ میں بہت بڑی اور حقیقی کامیابی ہے۔ لہٰذا شیطان بھی اس راستے پر چلنے والوں کی کوششوں کو بیکار کرنے میں پوری محنت سے کام لیتا ہے اور اس کی یہ تدبیر اس طرح کرتا ہے کہ باطنی اخلاق کی درستی کے برخلاف رزائل اور بُری عادتوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کا نظام یہ بتاتا ہے کہ ظاہری گناہوں سے تقویٰ اور پرہیز اور عبادت کی کثرت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ لیکن اندر ہی اندر اُمّ الامراض یعنی تکبر کو بڑھاتا رہتا ہے۔ جس سے سب کیا کرایا ضائع ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں ہر وقت مشغول رہنے والا آدمی ایک عام دنیادار انسان کے درجے سے بھی گر جاتا ہے اور مہذب ہونے کے بجائے باطنی رزائل کا مجموعہ بن جاتا ہے کیونکہ مقصود تو بندگی تھی، نہ کہ خدائی۔ اور ظاہری علم و عمل کے دھوکہ میں ڈال کر شیطان اسے ان امراض کا احساس ہی نہیں ہونے دیتا۔

اخلاق بد بے شمار ہیں مگر علماء نے انہیں دس میں محصور کر دیا ہے پھر دسوں کا

خلاصہ تکبر کو بتایا ہے۔ اگر یہ دور ہو جائے تو باقی خود دور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً عُجب کیا ہے؟ اپنے کمال کو خدا کی عطا کے بجائے اپنا کمال سمجھنا۔

ریاکاری کا منشاء کیا ہے؟ لوگوں کی نظر میں اپنی بڑائی چاہنا۔

حُبِ جاہ کیا ہے؟ لوگوں کی تسخیر اور ان سے اپنی تعظیم کا چاہنا۔

غصہ کا منشاء کیا ہے؟ تکبر۔

کینہ اور حسد بھی اسی تکبر سے پیدا ہوتے ہیں۔ حرص، جھوٹ، بخل، طمع، غیبت اور خوشامد وغیرہ سب کی وجہ تکبر ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کتاب میں اس اُمّ الامراض ''تکبر'' کو جو کہ راہِ سلوک کا سب سے بڑا مانع اور سب سے بڑی چٹان ہے، موضوع بنایا گیا ہے۔ دعا ہے پروردگارِ عالم اپنی رحمتِ واسعہ اور قدرتِ کاملہ کے صدقہ میں اس مرض کو تمام مومنین و مومنات سے دور فرمائے۔ آمین

وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز

ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ تخلقو با خلاق اللہ تم اپنے آپ کو الٰہی اخلاق سے آراستہ کرو۔ ایک اچھا انسان بننے کے لئے لازمی ہے کہ انسان اپنے رویئے، سلوک اور معاشرتی میل جول میں ایسا وطیرہ اختیار کرے کہ اس کا یہ میل جول کسی کے لئے گراں نہ گزرے۔ اب ہر طبیعت کے بارے میں یہ پتا کرنا مشکل ہے کہ کونسی چیز کس کے لئے گراں گزرتی ہے اور کس کے لئے گراں نہیں گزرتی ہے۔ اس لئے دین مقدس اسلام نے "فلسفہ توحید" کو پیش کیا ہے۔ تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک انسان توحید کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے اور اس کے بتائے ہوئے صفاتِ حمیدہ کو اپنائے۔ اور صفات رذیلہ کو اپنے آپ سے جدا کرے تاکہ پرچم توحید کے زیر سایہ ہر فرد کے لئے قابل قبول اور ان کے لئے راحت کا سامان بن سکے۔

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

سوائے اس کے کچھ نہیں کہ میں "اخلاق حسنہ" کو اتمام کی منزل تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اخلاق حسنہ یا مکارم اخلاق درس انسان کی تزکیہ نفس کی ظہوری صورت ہوتی ہے۔ تزکیہ کا تعلق باطن سے ہے جو تقریباً حسن خلق کی صورت میں ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

اسلام کا کلمہ طیبہ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کلمے کو نافذ کرے۔ اس کی پہلی منزل اپنے آپ کو نجاستِ شرک سے پاک کرنے

کے بعد توحید کی طہارت حاصل کرے۔ جب تک شرک کی اس باطنی نجاست کو دور نہیں کیا جائے گا اس کی جگہ توحید نہیں لے سکتی ہے۔

یعنی کلمہ طیبہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم پہلے قدم کے طور پر اپنے آپ کو نجاست سے پاک رکھیں۔ اس کے بعد عبادات میں قدم رکھیں۔ کچھ ظاہری نجاستیں ہیں جن کا ذکر فقہائے کرام اپنے رسالہ ہائے عملیہ میں سب سے پہلے کرتے ہیں تو بھی اس کی وجہ یہی ہے۔

اس طرح باطنی طور پر بھی کچھ نجاسات ہیں جنہیں اپنے آپ سے دور کرنا اور اپنے آپ کو ان سے پاک کرنا اس طرح لازم ہے جیسے ظاہری نجاست کو دور کرنا لازمی تھا۔ ان نجاست میں سے ایک نجاست تکبر کی ہے جسے شرک کے قریب قریب قرار دیا گیا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو تو اسے ناقابل تلافی اور ناقابل بخشش جرم قرار دیا گیا ہے اور تکبر کرنے والوں کو خدا نے اپنے ناپسندیدہ افراد میں سے قرار دیا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"بے شک خداوند عالم تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تکبر دراصل ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان اپنے قول و فعل یا دوسرے کے ذریعے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے۔ تکبر اور خود پسندی میں فرق یہ ہے کہ خود پسند آدمی مطلق طور پر اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے جب کہ تکبر کرنے والا کسی کے مقابلے میں اپنے آپ کو برتر جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو کسی درجہ میں دوسروں سے برتر اور بڑا جانیں تو وہ خدا کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر

کوئی آدمی کسی سے کہہ دے کہ میں تم سے محبت نہیں رکھتا تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ اس سے ناراض ہے اس طرح جو لوگ تکبر کریں، خدا ان سے ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔

عُجب (خود پسندی) اور تکبر میں فرق

انسان جب اپنی اندر کوئی کمال اور خوبی دیکھتا ہے تو اس کے اندر ایک سُرور اور ناز سا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو عُجب کہتے ہیں اور جب اس میں یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسروں کے اندر تو یہ کمال نہیں ہے تو پھر اس کے اندر ایک دوسری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مقابلے میں دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ اس کو تکبر کہتے ہیں۔

اصل میں عُجب کی بیماری تکبر سے پہلے پیدا ہوتی ہے جو بعد میں ترقی کر کے تکبر میں بدل جاتی ہے۔

تکبر کون شخص کرتا ہے؟

تکبر اصلاً انسان کی پستی کے احساس کا نتیجہ ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''کوئی شخص تکبر نہیں کرتا جب تک وہ اپنے اندر پائی جانے والی کسی پستی اور ذلت کا احساس نہیں کرتا''۔

ابوذرؓ کی آسمانوں میں شہرت کی وجوہات

روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرائیلؑ امین موجود تھے کہ اچانک ابوذر غفاریؓ آتے ہوئے دکھائی دیے تو جبرائیلؑ نے عرض کیا: یا رسول اللّٰہ ھذا ابوذر قد اقبل (یہ جو آ رہے ہیں یہ ابوذر ہیں)۔ حضورؐ نے فرمایا: اتعرفونہ؟ (کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟)۔ عرض کیا: ھو اشھر عندنا من عندکم (مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ

آسمانوں میں فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں)۔ حضورؐ نے فرمایا: بماذا نال ھذا الفضیلۃ؟ (یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟)۔ جبرائیل نے عرض کی یہ فضیلت انہیں دو اعمال کی وجہ سے ملی ہے۔ پہلی یہ کہ یہ دل میں اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھتے ہیں..... (اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے جو بندہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے، حقیر سمجھتا ہے۔ اللہ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ، بندگی کا حق ادا کر رہا ہے، بندہ ہو کر اکڑے، غلام ہو کر اکڑے۔ یہ بات بندگی کے خلاف ہے)۔

اور دوسرا عمل ان کا یہ ہے: وکثرۃ قرائۃ قل ھو اللہ احد یہ سورۂ اخلاص کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ ان دو اعمال کی برکت سے ان کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔

تھوڑا سا تکبر بھی جنت میں داخل ہونے سے مانع ہے

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں''جنت میں وہ داخل نہ ہو گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر (غرور) ہو گا''۔

- ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ: تو ہر متکبر پر حرام ہے''۔

خدا ہر متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے

قرآن میں ارشاد ہے: کذالک تطبع اللّٰہ علیٰ کل قلب متکبر جبار.

اس طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور جابر کے قلب پر مہر لگا دیتے ہیں۔

ابلیس تکبر کے باعث کافر ہو گیا

ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین.

اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

﴿ تکبر کی دنیاوی سزا بھی ملتی ہے ﴾

رسول اسلامؐ نے ایک شخص سے کہا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ (بد بخت گویا تکبر سے) کہنے لگا: میں تو اس ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضورؐ نے فرمایا: نہیں کھا سکتا؟ (اور اس سے مراد یہ تھی کہ تو نے جو کچھ کہا ہے کبرونخوت سے کہا ہے) اور اس کا ہاتھ پھر ہل نہ سکا۔ (اور واقعی پھر وہ اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا تھا)۔

﴿ نبی اللہ حضرت سلیمانؑ کی تواضع تھی ﴾

روایت میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جب تمام جن، پرندے اور انسان باہر نکل آئے اور ۲ لاکھ جن وانس حاضر خدمت ہوئے اور آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کی آواز انہوں نے اپنے کانوں سے سنی۔ پھر وہ زمین پر اتار دیے گئے اور دریا کی آخری گہرائیوں تک انہیں لے جایا گیا۔ تب آسمان سے یہ ندا برآمد ہوئی کہ اگر سلیمانؑ کے دل میں تکبر کا شائبہ تک بھی نمودار ہو جاتا تو آسمانوں پر لے جانے کے بجائے انہیں پہلے ہی زمین میں دھنسا دیا جاتا۔

﴿ حضرت حذیفہ الیمانؓ تکبر کے تصور سے بھی ڈرتے تھے ﴾

حذیفہؓ غرور وتکبر سے بے حد خائف وہراساں رہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ایک بار نماز جماعت پڑھائی مگر اس کے فوراً بعد کہا کہ آپ لوگ کوئی دوسرا امام تلاش کر لیجئے کیونکہ میرے دل میں یہ خیال آجاتا ہے کہ میں تم سے بہتر اور بلند درجے کا مالک ہوں۔

﴿ تکبر سے بچنے کے لئے رسول خداؐ کی صحابہؓ کو تاکید ﴾

حضورؐ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے کہ مجھے تم میں ایمان کی حلاوت دکھائی نہیں دیتی؟ انہوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ ایمان کی حلاوت سے آپ کی کیا

مراد ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا: عاجزی (جو تکبر کی ضد ہے) اور انکساری۔

﴿ قرآن میں ابلیس کا واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ ﴾

ابلیس کا جو قصہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ وہ افسانہ کے طور پر بیان نہیں ہوا بلکہ اس سے مقصود اس امر کی وضاحت بھی ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ تکبر کی خرابی کس حد تک پہنچ سکتی ہے اور ہمیں کہاں پہنچا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ ابلیس نے حضور خداوندی میں بھی کس بیباکی سے گستاخانہ کہہ دیا کہ میں تو آدم کو سجدہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کیونکہ میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے جبکہ آدمؑ کو خاک سے بنایا ہے اور پھر واقعی سجدہ نہ کر کے ہمیشہ کے لیے ملعون ہو گیا لیکن تکبر سے پھر بھی باز نہ آیا۔ اس واقعے کا پیغام یہ ہے کہ شیطان نے آدم سے تکبر کیا اور راندۂ درگاہ ہوا۔ ہم بھی اگر آدم زادوں سے تکبر کریں گے تو شیطان کی طرح راندۂ درگاہ کیئے جائیں گے۔

﴿ متکبر رسالت مآبؐ کا دشمن ہے ﴾

رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ میرے زیادہ دشمن آخرت میں اور مجھ سے زیادہ دور رہنے والے فضول گو، نزاکت سے بات کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہیں۔

﴿ حدیث قدسی ﴾

حدیث قدسی میں پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ بندے کی قدر ومنزلت میرے نزدیک جب ہی تک ہے جب تک وہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے اور اگر وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو میرے یہاں اس کی کوئی قدر نہیں۔

﴿ لوگوں کو حقیر سمجھنے والا ہلاک ہو جائے گا ﴾

حضورؐ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ سب ہلاک ہوں گے تو سمجھ جاؤ کہ سب سے زیادہ وہی ہلاک ہوگا۔

امیر المومنینؑ کا طریقہ تواضع

روایت میں ہے کہ ایک مومن اور اس کا بیٹا حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اپنی جگہ سے اٹھے اور انہیں بٹھایا اور ان کے لیے کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ دسترخوان چنا گیا۔ قنبر ایک برتن لے کر آئے تاکہ مہمانوں کے ہاتھ دھلائیں لیکن امیر المومنینؑ اٹھے اور برتن ہاتھ سے لیا کہ ان کے ہاتھ خود دھلائیں۔ مرد مومن نے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ میں خود ہاتھ دھولوں گا۔ تو حضرت نے فرمایا: خاموش رہ کر ہاتھ دھو۔ پروردگار عالم یہ دیکھتا ہے کہ مجھ میں اور تجھ میں فرق نہیں ہے اور چاہتا ہے کہ تیری خدمت کی وجہ سے اہل دنیا کے دس حصے برابر بہشت میں جگہ کرامت فرمائے۔

پس وہ مومن بیٹھا۔ اس وقت حضرت امیر المومنینؑ نے اسے قسم دی کہ اگر قنبرؓ تیرے ہاتھ پر پانی ڈالتا تو جس اطمینان سے تو اس وقت اپنے ہاتھوں کو دھوتا۔ اسی طرح اب بھی دھونا۔ پس پھر حضرت نے اس کے ہاتھ دھلائے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی نصیحت

حضرت جریر ابن عبد اللہ صحابی رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار ایک درخت کے نیچے ایک شخص کو سوتے ہوئے دیکھا جس نے دھوپ سے بچنے کے لیے چمڑے کے ایک ٹکڑے سے سایہ کیا ہوا تھا جو کہ کچھ اس کے چہرہ پر سے ہٹ گیا تھا۔ میں گیا اور اس کو درست کر دیا۔ اس اثناء میں وہ شخص جاگ گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو حضرت سلمانؓ فارسی تھے تو میں نے جو کچھ کیا تھا، آپ کو بتا دیا تو اس پر سلمانؓ فارسی نے فرمایا:

اے جریر! دنیا میں خدا کے واسطے تواضع و عاجزی اختیار کرو کیونکہ جو شخص خدا کے

واسطے تواضع اختیار کرتا ہے تو خدا اس کو قیامت میں بلند کرے گا اور اے جریر! تجھے معلوم ہے کہ قیامت میں دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا؟ میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں۔ تو سلمانؓ نے فرمایا: دنیا میں لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیرے کرتے ہیں۔ یہی قیامت (اور دوزخ) کا اندھیرا ہوگا۔

امام خمینیؒ کا تواضع قلبی

امام خمینیؒ نے محاذ جنگ پر جانے والے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: آپ لوگوں کے سامنے میں شرم محسوس کر رہا ہوں۔ اس جملے سے آپ کی قلبی کیفیت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس عظیم رہبر کی نگاہ میں راہ خدا میں جہاد کتنا اہم ہے کہ امام خمینیؒ اپنے آپ کو اس عظیم جاں فشانی کے مقابلے میں حقیر بتا رہے ہیں۔

مرجع معظم شیخ عبد الکریم حائریؒ کا طریقہ

امام خمینیؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے زمانے میں خود اپنے علماء کے اندر ایسے اشخاص کو دیکھا ہے جو شیعوں پر کامل طور پر ریاست رکھتے تھے لیکن ان کی سیرت رسول اکرمؐ کی سیرت جیسی تھی۔ جناب استاد معظم شیخ عبد الکریم حائریؒ تمام شیعوں پر مرجعیت کاملہ رکھتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور زمین پر بیٹھتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے طلاب سے مذاق فرماتے تھے۔ آخر عمر میں جب ان کی صحت گر چکی تھی۔ مغرب کے بعد بغیر عبا اپنے سر کے گرد ایک مختصر سا کپڑا لپیٹ کر پیروں میں چپل پہن کر گلی میں ٹہلنے نکلتے تھے۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کا وقار کم نہیں ہوا بلکہ بڑھ گیا اور ان کی عزت و اکرام میں کوئی کمی نہیں آئی۔

﴿ شیطان وقتِ مرگ بھی تکبر میں مبتلا کرتا ہے ﴾

حکایاتِ علماء میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ جب ایک بزرگ کا انتقال ہو رہا تھا تو شیطان ان کو بہکانے آیا اور کہنے لگا: تو نجات پا گیا۔ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ بزرگ نے فرمایا: نہیں ابھی جسم میں جان موجود ہے تو مجھے بہکا سکتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ تم اپنے علم سے بچ گئے۔ بزرگ نے فرمایا: ارے اپنے علم سے نہیں۔ اللہ کی رحمت سے بچ گیا اور کہا جاتے جاتے بھی مجھے دھوکا دے رہا ہے کہ اپنے علم سے بچ گئے تاکہ میری نظر اپنے علم پر ہو جائے اور اللہ پر نہ رہے اور اس طرح سے یہ خاتمہ خراب کرنا چاہ رہا ہے۔ تو وقتِ مرگ بھی شیطان تکبر پیدا کر کے سوئے خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اس مرض سے بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

﴿ تشخیص کا طریقہ ﴾

اہل کرم جب پارسائی اختیار کرتے ہیں تو عاجز و متواضع بن جاتے ہیں اور جب کمینہ و ناقص آدمی پارسا بنتا ہے تو متکبر و مغرور ہو جاتا ہے۔

﴿ متکبر بہ تکلف بڑا بن رہا ہوتا ہے ﴾

تکبر بابِ تفعل سے ہے۔ جس میں خاصیت تکلف کی ہوتی ہے یعنی متکبر حقیقت کے اعتبار سے بڑا نہیں ہے۔ بہ تکلف بڑا بن رہا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے، ذلیل کر دیتا ہے مگر جب یہی لفظ متکبر اللہ کے لیے بولا جائے گا تو اس کا ترجمہ ہمیشہ صاحبِ عظمت کیا جائے گا (کیونکہ یہاں نسبت الی الماخذ ہے)۔

﴿ متکبر پہاڑ پر کھڑے ہوئے شخص کی طرح ہے ﴾

متکبر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو۔ اب وہ پہاڑ کے اوپر سے نیچے چلنے پھرنے والوں کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ نیچے کھڑے ہیں،

انہیں وہ خود بھی اتنا ہی چھوٹا نظر آ رہا ہوتا ہے "متکبر دنیا والوں کو حقیر سمجھتا ہے اور ساری دنیا اس کو حقیر سمجھتی ہے"۔

﴿ رسولِ اسلام دو باتوں میں سے آسان کو کیوں اختیار کرتے تھے؟ ﴾

ایک حدیث میں ہے کہ جب بھی حضورؐ کو کسی معاملہ میں دو راستوں کا اختیار دیا جاتا تھا تو آپؐ ہمیشہ ان میں سے آسان راستے کو اختیار کرتے تھے۔ اس میں ایک راز یہ تھا کہ مشکل راستہ پار کرنے میں اپنی بہادری کا دعویٰ ہے کہ میں بڑا بہادر ہوں اور یہ مشکل کام انجام دے لوں گا اور آسان راستہ اختیار کرنے میں عاجزی، شکستگی اور بندگی کا اظہار ہے کہ میں تو بہت کمزور ہوں اور اس کمزوری کی وجہ سے آسان راستہ اختیار کرتا ہوں۔

﴿ متکبر شخص کچے چاولوں کی مانند ہے ﴾

جب چاول پکنے کے مرحلے میں ہوتے ہیں تو شروع شروع میں ان چاولوں کے اندر ایک جوش ہوتا ہے اور ان میں سے آواز آتی رہتی ہے اور وہ حرکت کرتے رہتے ہیں۔ ان چاولوں کا جوش مارنا اور حرکت کرنا اس بات کی علامت ہے کہ چاول ابھی کچے ہیں، پکے نہیں ہیں اور ابھی کھانے کے قابل نہیں ہیں نہ ان میں ذائقہ ہے اور نہ خوشبو۔ لیکن جب چاول پکنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان میں جوش ہوتا ہے نہ حرکت، نہ آواز اور خوشبو بھی پھوٹ پڑتی ہے اور ذائقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جب تک انسان کے اندر یہ دعویٰ ہو کہ میں ایسا ہوں، بڑا متقی ہوں، بڑا نمازی ہوں۔ چاہے بڑائی کے دعوے زبان پر ہوں یا دل میں۔ اس وقت تک اس میں نہ ذائقہ ہے نہ خوشبو۔ وہ تو کچا چاول ہے اور جس دن اس نے خدا کے سامنے اپنے

دعووں کو فنا کر کے یہ کہہ دیا کہ میری تو کوئی حقیقت نہیں۔ میں کچھ نہیں۔ اس دن اس میں خوشبو پھوٹ پڑتی ہے۔

﴿ تواضع اور احساسِ کمتری میں فرق ہے ﴾

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آدمی تواضع میں اپنے آپ کو کمتر سمجھتا ہے تو آپ لوگوں میں احساسِ کمتری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ تواضع و احساسِ کمتری میں بہت واضح فرق ہے۔

احساسِ کمتری میں اللہ کی تخلیق پر شکوہ اور شکایت ہوتی ہے یعنی انسان کے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ مجھے محروم اور پیچھے رکھا گیا ہے۔ میں مستحق تو زیادہ کا تھا لیکن مجھے کم ملا۔ مجھے دولت کم دی گئی۔ مجھے کم شکل و صورت کا پیدا کیا۔ میرا مرتبہ کم رکھا گیا۔ اس قسم کے شکوے اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبیعت میں جھلاہٹ پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ اس احساسِ کمتری کے نتیجے میں دوسرے انسانوں سے حسد کرنے لگتا ہے اور احساسِ کمتری کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے شکوہ پر ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف تواضع میں خدا کی تقدیر پر کوئی شکوہ شکایت نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی انعامات پر شکر کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ تواضع اختیار کرنے والا یہ سوچتا ہے کہ میں تو اس قابل نہیں تھا کہ مجھے یہ نعمت ملتی مگر اللہ نے اپنے فضل سے مجھے یہ عنایت کی ہے۔

﴿ تواضع اتنی بھی نہ ہو کہ کفرانِ نعمت اور ناشکری ہونے لگے ﴾

انسان کے اندر کچھ اچھی صفات تو ہوتی ہیں۔ کسی کو خدا نے علم دیا ہے، کسی کو صحت دی ہے، کسی کو کوئی منصب و عہدہ دیا ہے۔ یہ ساری چیزیں موجود ہیں تو انسان

کیسے انکار کر دے اور کہے کہ یہ چیزیں مجھے حاصل نہیں۔ اگر ان کا انکار کر دے تو ناشکری اور کفرانِ نعمت ہوگا۔ جبھی تو بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تواضع کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ ناشکری کی حد تک پہنچ جائیں۔ تواضع بھی ہو لیکن اللہ کی ناشکری بھی نہ ہو۔ مثلاً نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اب یہ سمجھنا کہ میں نے بڑا زبردست عمل کر دیا ہے۔ اس بناء پر دوسروں کو حقیر سمجھ رہے ہیں تو یہ تکبر ہے اور اگر اپنے عمل کے بارے میں یہ کہا کہ یہ تو بیکار ہے۔ جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ نماز کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ صاحب ہماری نماز کیا ہے؟ بس ٹکریں مار لی ہیں تو یہ اس عمل پر اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور ناقدری ہے۔

﴿ شکر اور تواضع کیسے جمع ہوں؟ ﴾

دونوں کو جمع کرنا بہت آسان ہے وہ اس طرح کہ انسان خیال کرے کہ اپنی ذات میں تو میرے اندر اس عمل کی ذرہ برابر طاقت اور صلاحیت نہ تھی یہ تو پروردگار کی توفیق تھی کہ اپنے فضل و کرم سے مجھ سے یہ عمل کروا دیا۔ اس طرح دونوں چیزیں جمع ہو گئیں کہ اپنی ذات کو بے وقعت سمجھا تو تواضع حاصل ہو گئی اور عمل کو اللہ تعالیٰ کی عطا قرار دیا تو شکر ہو گیا اور دونوں باتیں جمع ہو گئیں اور جو بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اس کے اندر تکبر کبھی نہیں آ سکتا۔

رسولِ اسلام ﷺ نے دونوں چیزوں کو جمع کر دکھایا۔ فرمایا: انا سید ولد آدم ولا فخری. میں سارے آدم کے بیٹوں کا سردار ہوں لیکن میں یہ بات فخر کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں (بلکہ اللہ نے اپنے فضل سے مجھے سردار بنایا ہے)۔

﴿ مومن عارف جامع الاضداد ہوتا ہے ﴾

جس بندہ مومن کو اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے وہ ایسی چیزوں کو جمع کرتا ہے

جو بظاہر ایک دوسرے کی ضد نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایک طرف اپنے عمل کی تحقیر بھی نہیں کرتا اور دوسری طرف اس عمل پر عُجب اور فخر بھی نہیں کرتا ہے۔ یہ سوچتا ہے کہ میری نسبت

سے یہ عمل............ حقیر ہے

اللہ کی نسبت سے یہ عمل............ عظیم ہے

یہ اللہ کی توفیق کی نسبت ہے، یہ اُس کا انعام ہے۔ ایسا کرنے سے دونوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں۔

﴿ کیفیات حاصل ہونے پر ہی نہ ہوں ﴾

اکثر لوگوں کے دلوں میں یہ اشکال رہتا ہے کہ اتنے دنوں سے نمازیں پڑھ رہے ہیں، تسبیح پڑھ رہے ہیں، دعائیں اور ذکر میں مشغول ہیں۔ لیکن دل کی حالت میں تبدیلی کیوں نہیں آ رہی کوئی کیفیت کیوں پیدا نہیں ہو رہی ہے؟

یہ کیفیات ہرگز مقصود اسلام نہیں ہیں۔ اور جو کچھ بھی عمل کی توفیق ہو رہی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے اور یہ جو فکر ہوتی ہے کہ یہ اعمال پتا نہیں قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ خوف ہونا چاہیے اور یہ سوچے کہ اپنی ذات میں تو یہ عمل اس قابل نہیں تھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے لیکن جب اس نے اس عمل کی توفیق دے دی تو اس کی رحمت سے یہ بھی امید ہے کہ یہ عمل قبول بھی ہوگا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنی نمازوں اور عبادتوں کو حقیر نہ سمجھے اگر ہم ایک عمل بار بار کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلا عمل قبول ہے انشاء اللہ جبھی اس نے دوبارہ کرنے کی توفیق دی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس عمل میں کوئی خصوصیت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس نے ہمیں توفیق دی ہے۔

کہ گفت آں اللہ تو لبیک ماست

زیں نیاز و درد و سوزک ماست

یعنی یہ جو تو اللہ اللہ کر رہا ہے۔ یہ ہماری طرف سے ہی لبیک کہنا ہے۔ یہ تیرے اللہ اللہ کا جواب ہے کہ ایک مرتبہ کرنے کے بعد دوسری مرتبہ کرنے کی توفیق دی۔

﴿ ایک بہترین مثال ﴾

مثلاً اگر ہم ایک دن کسی آدمی کے پاس جا کر اس کی تعریف کریں، اس کے بارے میں اچھے اچھے کلمات کہیں اور اگلے دن پھر جا کے اس کی تعریف کریں، تیسرے دن پھر ایسا ہی کریں۔ اب اگر ہمارا یہ عمل اس کو پسند ہوگا تو وہ ہماری بات سنے گا، منع نہیں کرے گا لیکن اگر ہمارا یہ عمل اس کو پسند نہیں ہوگا تو ایک مرتبہ کریں، دو مرتبہ کریں، تیسری مرتبہ وہ ہمیں منع کر دے گا، نکال دے گا اور تعریف کرنے نہیں دے گا۔

اسی طرح جب ہم نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور پھر اللہ نے اس کو جاری رکھا اور ہمیں دوبارہ توفیق دی، تیسری بار توفیق دی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ یہی ٹوٹا پھوٹا عمل پسند ہے۔ انشاء اللہ۔ لہٰذا ان عبادات کی ناقدری نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

﴿ متکبرین کے لیے الگ دوزخ ہے ﴾

معتبر حدیث میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جہنم میں متکبرین کے لیے ایک مخصوص وادی ہے جس کو سقر کہتے ہیں۔ اس وادی نے خدا سے اپنی شدت حرارت کی شکایت کی اور خدا سے اجازت مانگی کہ اس کو ایک مرتبہ سانس لینے کی مرحمت فرمائی جائے۔ (اجازت ملنے کے بعد) اس نے ایک مرتبہ جب سانس لیا تو پورا جہنم دہک اٹھا۔

قرآن میں پروردگارِ عالم فرماتا ہے:

فلبئس مثوی المتکبّرین

پس تکبر کرنے والوں کا کتنا بُرا ٹھکانا ہے۔

﴿ تواضع پر حسد نہیں کیا جا سکتا ﴾

حدیث میں ہے کہ تواضع ایک ایسی صفت ہے کہ جس پر حسد نہیں ہو سکتا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ تواضع کی صفت سب لوگوں میں اچھی ہے لیکن دولت مندوں میں سب سے بہتر ہے۔ تکبر تمام لوگوں میں بُرا ہے اور فقیروں میں سب سے زیادہ بُرا ہے۔ عزت اسی کو ہے جو خدا کے واسطے ذلیل ہو، امان اسی کو ہے جو خدا سے ڈرے اور نفع اسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتھ بیچ دے۔

﴿ متکبرین چیونٹی کی صورت میں محشور ہوں گے ﴾

امام صادق فرماتے ہیں: (قیامت میں) متکبروں کو چیونٹی کی صورت میں محشور کیا جائے گا چنانچہ جب تک خدا لوگوں سے حساب کتاب نہ لے چکے گا، وہ اہل محشر کے پاؤں تلے کچلے جاتے رہیں گے۔

﴿ تکبر کفر و الحاد کا سب سے کمترین درجہ ہے ﴾

راوی حکم نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ الحاد کا سب سے پست ترین درجہ کون سا ہے؟ تو امام نے فرمایا سب سے پست ترین درجہ تکبر ہے۔

﴿ تکبر کا ایک بڑا دنیاوی نقصان ﴾

جس شخص کے دل میں جس قدر تکبر آتا ہے۔ اسی قدر اس کی عقل کم ہو جاتی ہے۔ اگر تکبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا۔ تکبر زیادہ ہوگا تو عقل کا نقصان بھی زیادہ ہوگا اور یہ ایک ایسی بدی ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی مفید نہیں ہے۔

﴿ تکبر کے کچھ مزید دنیاوی نقصانات ﴾

☆ تکبر کرنے والے پر دنیا و آخرت دونوں کی پستی و ذلت ضروری ہے۔

☆ متکبرین سے دنیا میں ہر آدمی بغض رکھتا ہے۔ دل سے کوئی عزت نہیں کرتا۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو لوگ بجائے دور کرنے کے اور خوش ہوتے ہیں۔

☆ انفرادی اور اجتماعی نا اتفاقی اور لڑائی جھگڑوں کا باعث یہی تکبر ہوتا ہے۔

☆ تکبر ہی سے غصہ، حسد اور حُبِّ جاہ جیسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے سینکڑوں طرح کے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔

☆ تکبر کے نتیجے میں جب خود کو دوسروں سے اونچا سمجھے گا تو وہ علم و دانش کے حصول میں پیچھے رہ جائے گا۔

☆ دنیاوی امور میں کسی سے مشورہ لینے کو تیار نہیں ہوتا اس لیے اکثر نقصان اٹھاتا ہے۔

﴿ دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے بھی تواضع ہی مفید ہے ﴾

اگر کوئی صفتِ تواضع کو صرف دنیاوی فوائد ہی کے لیے اختیار کرے تو اس سے دنیاوی زندگی بھی نہایت شیریں و خوشگوار بن جاتی ہے اور اگر اللہ کی رضا اور آخرت کے لئے تواضع سے متصف ہونا نصیب ہو جائے تو پھر دنیا و آخرت دونوں ہی میں حقیقی راحت اور بلندی ہاتھ آ جاتی ہے۔

﴿ تکبر کی اقسام ﴾

آیات و روایات میں تکبر کی تین بڑی اقسام کا ذکر ہوا ہے:

۱) پروردگارِ عالم کے سامنے تکبر۔

۲) خدا کے رسولوں اور اماموں کے سامنے تکبر۔

۳) خدا کے عام بندوں سے تکبر۔

تکبر کی سب سے بُری قسم

تکبر کی سب سے بُری قسم وہ ہے جو علم سے استفادہ نہ کرنے دے اور امر حق کو نہ ماننے دے۔

تکبر کے درجات

تکبر کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ یہ بُری صفت اس کے دل میں قائم ہو جائے۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور بزرگ سمجھے اور اس کو اپنی گفتار و کردار میں ظاہر کرے۔ مثلاً مجلس میں مقامِ صدر پر بیٹھے، اپنے کو دوسروں پر مقدم رکھے، اس سے منہ پھیرے جو اس کی تعظیم میں کوتاہی کرے، اس سے ناراض ہو۔ فخر و مباہات سے کام لے اور ان پر غالب آنے کی کوشش کرے۔ یہ بدترین درجات میں سے ہے کیونکہ تکبر کی جڑ اس کے دل میں جگہ پکڑ چکی ہے اور اس کی شاخیں اور برگ و بار بڑھ کر اس کے تمام اعضاء و جوارح کو گھیر لیتے ہیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں تکبر ہو اور تکبر کرنے والوں کے افعال بھی اس سے صادر ہوں لیکن وہ زبان پر نہ لائے۔ یہ ایک شاخ کا درخت بہ نسبت پہلے درجہ کے کم درجہ رکھتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں تو اپنے آپ کو بڑا سمجھے لیکن گفتار و کردار میں کچھ ظاہر نہ کرے اور تواضع حاصل کرنے میں کوشش کرتا رہے۔ اس شخص نے گویا درخت تکبر کی شاخوں اور برگ و بار کو کاٹ دیا ہے، مگر اس کی جڑ اس کے دل میں موجود ہے۔ ایسا شخص بھی ممکن ہے کہ توفیق خداوندی شامل حال ہو جائے اور وہ اس مرحلے سے بھی

باہر آجائے۔

لیکن اگر ایسا شخص اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا رہے (اور مقام مجاہدہ میں ہو) اس پر کوئی گناہ نہیں۔ انشاء اللہ اسے توفیق کرامت عطا ہوگی۔

علامات تکبر

مریضِ تکبر کو اس مرض کا احساس نہیں ہوتا

پاگل پن اور مختلف نفسیاتی امراض کی طرح اس مرض تکبر کی بھی ایک عجیب خاصیت ہے کہ کوئی متکبر خود کو متکبر نہیں سمجھتا بلکہ جتنا کسی کے اندر یہ مرض ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ اپنے سے اس کی نفی کرتا ہے اور بے فکر ہوتا ہے۔ پاگل تو عقل کے زائل ہونے کی وجہ سے معذور ہوتا ہے لیکن متکبر معذور نہیں کیونکہ یہاں مرض کا احساس نہ ہونے کی وجہ عقل کا فتور نہیں ہے بلکہ بے فکری اور بے التفاتی ہے، جو معاف نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرمؐ لوگوں کے ایک اجتماع کے قریب سے گذرے تو پوچھا یہ اجتماع کیوں ہے؟ کہا گیا یا رسولؐ اللہ یہ ایک پاگل شخص ہے جسے دورہ پڑا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: نہیں یہ پاگل نہیں بلکہ یہ بیماری میں مبتلا شخص ہے بلکہ پاگل تو وہ شخص ہے جو متکبرانہ چال چلے۔ غرور کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھے۔ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا پر جنت دینا واجب سمجھے۔

متکبر کو ظاہری علم و عمل کے دھوکہ میں ڈال کر شیطان اسے اس مرض کا احساس نہیں ہونے دیتا اور جب کبھی معاشرت اور معاملات میں ان چھپے ہوئے رزائل کا اظہار ہوتا ہے تو دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اتنے متقی شخص کی یہ حرکات۔ اکثر

غصہ میں یہ کہتے ہیں کہ تو جانتا نہیں میں کون ہوں؟ اسی لیے جب کسی سے اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے تو اس پر غصہ نہیں ہوتا۔

﴿علامات تکبر﴾

علامت (۱): اس عالم میں تکبر کا سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لے گویا ان سے روگردانی کرنا چاہتا ہے۔ (اعراض کرنا چاہتا ہے) انہیں لفٹ نہیں دیتا۔ نظر آنے کے باوجود انہیں نظر انداز کر دیتا ہے۔

علامت (۲): اسے اگر کوئی نصیحت کرے تو اسے بے وقعت سمجھتا ہے اور کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

علامت (۳): ہر وقت دوسروں کے سلام کرنے کا منتظر رہتا ہے۔

علامت (۴): اپنی شہرت کے اسباب اختیار کرتا ہے۔

علامت (۵): ہر وقت اپنے عزت و وقار کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

علامت (۶): اپنے ساتھ امتیازی سلوک چاہنے والا یعنی گفتگو کرنے میں، بٹھانے اٹھانے میں اور دیگر لین دین کے معاملات میں اگر اس کی حیثیت کے مطابق کوئی معاملہ نہیں کرتا تو اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دل کی تنگی کی وجہ اپنی حیثیت پر نظر ہی ہے اور یہی تکبر ہے۔

علامت (۷): فرائض کی غفلت کے باوجود مستحبات پر زور و شور دکھانا۔ ایسا شخص اپنے تقویٰ اور دین داری کی مجموعی حالت کے لحاظ سے غیر متوازن طور پر چھوٹی چھوٹی جزئی باتوں میں پاک، ناپاک، حلال، حرام کا بہت شور کرتا ہے۔ واجبات کی

ادائیگی میں سستی اور نفلی عبادات و مستحبات میں تیزی دکھانا نفس کے اتباع کی علامت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ان کے مصلے پر پاؤں رکھ دے یا برتن استعمال کر لے تو بس وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ محض شبہ پر کسی کا کھانا حرام اور اس کے پیچھے نماز ناجائز ہو جاتی ہے۔

علامت (۸): مراتب خیر کے حاصل کرنے میں اور دعا کے قبول ہونے میں جلدی مچلتا ہے۔

علامت (۹): خواہش کے مطابق تعظیم نہ ملنے پر بُرا مناتا ہے۔

علامت (۱۰): اپنے کمالات کا اظہار کرنے والے۔ مثلاً کہیں کہ تمہیں کیا معلوم میں نے یہ کتاب کتنی مرتبہ پڑھی ہے؟ میں کتنے سال مجامع علمی میں رہا ہوں۔ کتنے اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے، بڑی زحمتیں اٹھائی ہیں۔ کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ بے شمار تصنیف و تالیف کی ہیں اور اس طرح کے کئی کمالات کا اظہار کر کے لوگوں کی تحقیر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

علامت (۱۱): اپنے سے کم مرتبہ لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے نہیں جاتا۔

علامت (۱۲): محفل میں اپنے ہم مرتبہ سے نیچے بیٹھنا اسے ناگوار محسوس ہوتا ہے۔

علامت (۱۳): لوگوں کو اپنے سامنے کھڑا رکھتا ہے۔

علامت (۱۴): کئی لوگوں کا مجمع ساتھ لے کر چلنا پسند کرتا ہے۔

علامت (۱۵): دوسرے کسی بھی دینی کام کرنے والے یا دینی شخصیت کو خاطر

میں نہیں لاتا۔ یہ ایسا ہے جیسے کہ کوئی دوا تقسیم کرنے والا دن رات خوب کام کر کے یہ سمجھنے لگے کہ بس کام تو میں کرتا ہوں۔ یہ ڈاکٹر اور محکمۂ صحت کے کرسیوں پر بیٹھنے والے افسران سب بیکار ہیں۔

علامت (۱۶): اپنے خاندان کی بڑائی اور برتری کا اظہار کرنے والا۔

جبکہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہے، اس لیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی بے معنی ہے۔

علامت (۱۷): جو علم، فن یا ہنر اُس کے پاس ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون کو رد کرتا ہے اور دوسرے علوم کے ماہرین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

علامت (۱۸): بلکہ جو علم اس کے پاس ہے اس میں بھی یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص تو مجھ سے کم پڑھا ہوا ہے لہٰذا میری ایک جداگانہ امتیازی حیثیت ہے۔

(جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر علم و دانش میں اضافے کے ساتھ ساتھ ایمان و معرفت میں اضافہ نہیں ہوا ہے تو اس میں اور ایک ان پڑھ آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ عوام جنہیں اپنی خواندگی کا احساس ہے اور اس وجہ سے ان میں تواضع و انکساری ہے، اس عالم سے بہتر ہیں جو پڑھ کر غرور و تکبر میں مبتلا ہو گیا ہو۔)

علامت (۱۹): تکبر کی ایک علامت یہ ہے کہ ایسی کتاب یا علوم کو نہیں پڑھاتا جو اس کی شان کے مناسب نہ ہوں یا وہ لوگ جن کی کوئی ظاہری حیثیت نہ ہو۔ ان کو نہیں پڑھاتا یا کم تعداد والوں کو نہیں پڑھاتا۔ اس طرح چھوٹی مسجد میں نماز جماعت نہ پڑھائے اور تھوڑی تعداد کے باوجود یہ جانتے ہوئے کہ رضائے الٰہی اسی میں ہے، قناعت نہ کرنا بھی تکبر ہے۔

علامت (۲۰): اپنی رائے یا اعتقاد کے مقابلے میں حق بات قبول نہیں کرتا اور دوسروں کے اعتقاد و خیال یا رائے کو حقیر سمجھتا ہے۔

علامت (۲۱): علم حاصل کرنے کا اوّل مقصد اپنے نفس کی اصلاح اور تزکیہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی طالب علم کے دل میں یہ خیال نہ ہو۔ بس یہ ہو کہ جو علم حاصل کروں گا اور دوسروں تک پہنچاؤں گا اور ان کی اصلاح کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نیت خراب ہے اور شروع ہی سے رہنما اور مصلح بننے کی ٹھان لی ہے۔

علامت (۲۲): اگر ان سے کوئی سوال پوچھے جس کا جواب انہیں نہ آتا ہو تو وہ ضرور اس کا جواب اپنی عقل سے بلا تکلف دے دیتے ہیں۔ ان کو یہ کہنا بہت گراں ہوتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کسی اور سے پوچھ لو (حالانکہ انکار کرنے میں کوئی ہتک کی بات نہ تھی جبکہ غلط بتانے میں جہالت، آخرت کی جواب دہی سے غفلت اور تکبر کی علامت ہے)۔

☆ایک سوال

آخر بعض لوگوں کو علم حاصل ہو جانے کے بعد تکبر اور بے خوفی کیوں ہوتی ہے؟

☆جواب

اس کے دو اسباب ہیں:

پہلا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص ایسے علم میں مشغول رہا ہو جو برائے نام علم ہی ہو اور علم حقیقی نہ ہو۔ اصل علم وہی ہے جس سے انسان پل صراط کی باریکی کی شناخت کرے اور آخرت کے خطرات کا علم حاصل کرے۔ ایسے علم سے تو خوف خدا بھی حاصل ہوتا ہے۔ بے خوف اور متکبر ہونا ان علوم کی شان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ط''

بے شک بندوں میں صاحبان علم ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور جو علم اس کے علاوہ ہے جو خوفِ خدا نہ پیدا کرے۔ ان کو علوم نہیں کہنا چاہیے بلکہ فنون اور صناعات کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ علم وہی ہے جس سے بندگی اور تواضع پیدا ہو۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جب آدمی علم حاصل کرنا شروع کرتا ہے۔ اس وقت اس کا باطن اچھا نہیں ہوتا۔ نفس نکما اور اخلاق بد اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آسمان کا پانی صاف اور شیریں ہوتا ہے مگر درخت اس کو اپنی رگوں میں جذب کرتے ہیں تو جیسا درخت کا ذائقہ ہے۔ ویسا ہی وہ اس پانی کو بھی بدل دیتے ہیں۔ تلخ درخت کی تلخی اور زیادہ ہو جاتی ہے اور شیریں درخت کی شیرینی اور زیادہ۔ یہی حال علم کا ہے، لوگ اس کو پڑھتے ہیں تو جیسی ان کی ہمت اور خواہش ہوتی ہے، ویسے ہی یہ علم ان کے حق میں ہو جاتا ہے، متکبر کا کبر بڑھ جاتا ہے، متواضع کی تواضع وانکساری اور زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کی ہمت مثلاً تکبر کے لیے تھی اور وہ جاہل تھا۔ پس جب اس نے علم پڑھا تو سببِ تکبر اس کے اندر آ گیا اور وہ اور زیادہ تکبر کرنے لگا اور جو اپنی حالتِ جہالت سے خائف تھا۔ اس نے تحصیل علم کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اور اب حجت، خوف کی اور زیادہ مضبوط ہوگی۔

علامت (۲۳): اگر آپ کو کوئی معاملہ یا کام نہیں کرنا محض دوسروں کو دینی خیر خواہی اور دین دار طبقے اور علماء کی بدحالی پر تبصرہ فرمانا ہے تو شیطانی دھوکے اور اپنے آپ سے بے فکری کی علامت ہے اور آپ پر ''اُم الامراض'' تکبر کا غلبہ ہے جبھی

رسولِ اسلامؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو وصیت فرمائی کہ تمہارا اپنے عیبوں پر نظر کرنا تمہیں دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے روک دیتا ہے۔

☆ ایک قابلِ غور نکتہ

اصل میں تغیر زمانہ کا اثر دنیا کی ہر چیز پر ہے تو اہل علم اس کے باہر کیسے جا سکتے ہیں؟ زمانہ جتنا بھی زمانہ نبوت سے دور ہوتا جائے گا۔ اتنے ہی فتنے اور بُرائیاں بڑھتی جائیں گی۔ ہم لوگ اپنے اندر ہر قسم کی کمزوری وانحطاط کو تسلیم کرتے ہیں مگر اہل علم کے لیے وہی پہلا منظر چاہتے ہیں۔ جب جسمانی قوتوں کا ذکر آئے تو ہر شخص یہ کہتا ہے: ابی وہ قوتیں اب کہاں ہیں جو پہلے ہوتی تھیں، لیکن جب روحانی قوتوں اور مجاہداتِ علمیہ کا ذکر آئے تو ہر شخص مقدس اردبیلیؒ، علامہ حلیؒ اور شیخ طوسیؒ کے اوصاف کا خواہشمند اور طالب بن جاتا ہے حالانکہ دینی انحطاط کی پیشن گوئی خود نبی اکرمؐ سے منقول ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے: ''تم پر کوئی سال اور کوئی دن ایسا نہیں آئے گا جس کے بعد والا سال اور دن اس سے بُرا نہ ہو یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو''۔

البتہ یہ دن کے اعتبار سے اور اکثریت کے لحاظ سے ہے یعنی بعض افراد کا اس سے خارج ہونا موجب اشکال نہیں ہے۔

علامت (۲۴): بعض اوقات عبادت گزاری بھی تکبر کا سبب بن جاتی ہے۔

ایک انسان جب اپنے آپ کو صاحبِ عبادت دکھاتا ہے اور دوسروں میں یہ کیفیت نہیں پاتا تب اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی عبادات کو دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے جیسے کہ عربی کا محاورہ مشہور ہے:

"صلی الحائک رکعتین وانتظر الوحی"

ایک جولاہے کو ایک مرتبہ دو رکعتیں نفل پڑھنے کا موقعہ مل گیا تو اس کے بعد وہ وحی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اس نے یہ سمجھا کہ میں نے جو عمل کیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھ پر وحی نازل ہونی چاہیے۔

علامت (۲۵): زیادہ عبادتیں انجام دینے والے عابد لوگوں کو تو کیا، علماء کو بھی اہل نجات نہیں سمجھتے۔ جب کبھی علم کی بات آتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ عمل کے بغیر علم کا کیا فائدہ؟

اصل چیز تو عمل ہے اور وہ بھی عمل جو وہ خود کرتے ہیں اور بس وہ اسی عمل کو اہمیت دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں کو تکبر اور عُجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ اگر یہ لوگ واقعی اہل اخلاص وعبادت ہوتے تو ان کا عمل خود ان کی اصلاح کرتا۔

علامت (۲۶): نیک لوگ گناہ گاروں سے تکبر کرتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے اپنے صحابی حفصؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ جب کوئی یہ گمان کرے کہ وہ دوسروں سے بہتر اور برتر ہے تو ایسا شخص متکبروں میں شمار ہوگا۔ حفصؓ کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: مولا! کوئی آدمی خود کو اس لئے اچھا سمجھتا ہوگا کہ اس نے اپنے آپ کو گناہوں سے دور پایا ہے اور دوسروں کو گناہوں میں ملوث ہوتے دیکھا ہے۔ امام نے فرمایا: ہائے ہائے مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شخص توبہ کرے اور بخش دیا جائے اور تجھے خدا کی بارگاہ میں محاسبہ کے لئے روک لیا جائے۔ کیا تم نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلے پر آنے والے ساحروں کا قصہ نہیں سنا کہ وہ (توبہ کرکے) ایمان سے سرفراز ہوگئے۔

علامت (۲۷): اکثر لوگ گناہ گار کو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرتے وقت اس کو حقیر اور خود کو برتر خیال کرتے ہیں۔

علامت (۲۸): سید ہونے کی وجہ سے انسان غرور وتکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سیّد یعنی وہ شخص جس کا سلسلۂ نسب آئمہ طاہرینؑ اور خاتمہ الانبیاءؐ سے جا ملتا ہو۔ اب ذرا غور کیجئے کہ خود خاتم الانبیاءؐ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے؟ ہمیشہ عجز وانکساری اور تواضع رکھتے تھے۔ خود دوسروں کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بچوں کو بھی سلام کرتے تھے اور ایک یہ مغرور سید ہیں جو اپنے آپ کو ان سے منسوب کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ انہیں سلام کریں۔

اے شخص تو نے جن سے منسوب ہو کر سید ہونے کی سند حاصل کی ہے۔ ان کی انکساری اور تواضع کو بھی تو دیکھ۔ اگر فضیلت حاصل کرنا ہے تو ان کی سیرت اور کردار اپنا کر فضیلت حاصل کر۔

علامت (۲۹): بعض اوقات اچھا لباس پہن کر بھی انسان کے دل میں تکبر آ جاتا ہے اور کم قیمت یا معمولی لباس میں لوگوں کو دیکھ کر انہیں حقیر خیال کرتا ہے۔ جیسے کہ معمولی لباس والوں سے اپنے دامن کو بچاتا ہے۔ لباس میں تکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھیں تو پر تکلف بنے اور بہترین لباس پہنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پرواہ نہ کرے کہ اس طرح ہوں اور نفاست پسند کی علامت یہ ہے کہ ہر شے میں اسے خوبصورتی پسند ہو اگرچہ تنہائی میں ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ یاد رہے کہ تکبر کو ہمیشہ خوش لباسی ضروری نہیں اور نہ ہی خوش لباسی ہمیشہ موجب تکبر ہے۔ البتہ اگر اچھے کپڑے پہن کر دوسروں کو اپنے مقابلے میں حقیر سمجھنے

لگے تو پھر یہ داخلِ تکبر ہوگا۔

علامت (۳۰): وہ لوگ بھی متکبر اور مغرور شمار ہوتے ہیں جنہوں نے شرعی فرائض و واجبات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور پھر بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ رحمت خدا انہیں نجات دے گی۔ انہی کے لیے قرآن میں ہے کہ:

"یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم"

اے انسان تجھے اپنے رب کے بارے میں کس نے مغرور بنا دیا ہے۔

علامت (۳۱): بعض لوگ اولیائے خدا کی مصنوعی محبت کے فریفتہ ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان حضرات سے محبت ان کی اُخروی نجات کا باعث بنے گی اور واجبات بجالانے یا محرمات ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

علامت (۳۲): کچھ لوگ عبادت کی بعض اقسام بلکہ کبھی تو خود ساختہ خرافاتی عبادات کی وجہ سے مغرور بن جاتے ہیں اور دوسروں کو حقیر اور ناچیز سمجھتے ہیں۔

علامت (۳۳): کچھ ایسے دولت مند بھی ہیں جو مستحب کاموں میں کچھ خرچ کر کے پھولے نہیں سماتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ اور دیگر مالی واجبات کی ادائیگی سے کتراتے ہیں حتیٰ کہ حرام خوری تک سے نہیں شرماتے۔ یہ تکبر کی علامات میں سے ایک ہے۔

علامت (۳۴): کچھ لوگ صرف تطہیر (کپڑوں اور بدن کو پاک کرنے) ہی کو دین سمجھتے ہیں اور شیطانی وسوسوں میں گرفتار ہیں اگر کسی وقت ایک سو محرمات کے مرتکب بھی ہوں تو بھی انہیں اس کی پروا نہیں ہوتی مگر جب تک اپنا ہاتھ دس مرتبہ نہ دھو ڈالیں طہارت ان کی نظر میں مشکوک ہی رہتی ہے۔

علامت (۳۵): حُبِّ دنیا کا دل میں پایا جانا بھی علامت تکبر ہے۔

علامت (۳۶): مختلف علوم کے ماہرین (Specialists) حضرات میں تکبر عام لوگوں کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹرز، انجینئرز، باریک صنعتوں کے ماہرین۔ یہ لوگ اپنے علم کے علاوہ دوسرے علوم کو چاہے وہ جو بھی ہو نہیں سمجھتے بلکہ دوسرے علوم کے ماہرین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہر فن کا ماہر یہی سمجھتا ہے کہ اصلی علم وہی ہے جو اس کے پاس ہے اور یہ حضرات ظاہر اور دل میں بھی لوگوں کے ساتھ تکبر کا برتاؤ کرتے ہیں حالانکہ اس علم کا تقاضا یہ نہیں ہے۔ سو ان لوگوں کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

علامت (۳۷): جو تواضع کو لوگوں کے سامنے ثابت کرے وہ بھی متکبر ہے۔ مثلاً کوئی امیر آدمی اپنے ہاتھ سے غریب کا کوئی کام کرے تاکہ لوگ یہ کہیں کہ بیچارے بڑے منکسر المزاج ہیں حالانکہ اس کے اندر تو تواضع کا نام بھی نہ ہو۔ دل میں یہی ہوتا ہے کہ میں اس سے برتر ہوں مثلاً اگر کبھی فرش پر یہ سوچ کر بیٹھے کہ لائق تو میں اس کا تھا کہ کرسی پر بیٹھوں لیکن یہ میں نے تواضع اختیار کی ہے۔

﴿ ایک قابلِ غور عرفانی نکتہ ﴾

بعض علمائے عرفان کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہے شاید ان کی مراد یہ ہے کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے ٹھہرا لیتا ہے تب اس کو پست خیال کرتا ہے۔ اور موحد اپنے نفس کو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ جب اس کا وجود ہی نہیں تو پستی اور رفعت کس کے لئے ثابت کرے؟

☆ ایک اہم بات

یہ جتنی علامات بیان کی گئیں۔ یہ ساری ایک آدمی میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر چند بھی موجود ہوں تو مرض تکبر کی تشخیص کے لیے کافی ہے۔ شناخت کے فوراً بعد ان

کا علاج شروع کر دیا جائے۔

ایک اہم تنبیہ

ان تمام علامات کا غور وفکر صرف اپنے بارے میں کریں اور خود کو متکبر جان کر اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوں لیکن دوسرے کے بارے میں علامات کی تلاش میں نہ رہیں۔ اوران کو متکبر نہ سمجھیں کیونکہ اس صورت میں یہ خود ہی اس مرض کا شکار ہو جائے گا۔

اگر بلا ارادہ کسی کی حرکت پر تکبر کا شبہ ہو بھی جائے تو اولاً خود نادم وشرمندہ ہو اور اپنے عمل کو عیب میں شمار کر کے استغفار کرے اور اپنے اس معلوم ہونے کو ظن سمجھے اور اس پر یقین ہونے کا حکم نہ لگائے لیکن اپنے اندر بدگمانی کے عیب کا یقینی تصور کرے۔

☆ دوسری تنبیہ

چونکہ تکبر ایک پوشیدہ اور قلبی امر ہے۔ اس کی ظاہری علامتیں اپنے حق میں تو یقینی ہیں اس لیے کہ اپنے حال کا تو غور وفکر کر کے پتا چل ہی جاتا ہے لیکن ہر دوسرے کے حق میں یہ علامتیں مشتبہ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض افراد میں تکبر کی صورت ہوتی ہے۔ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ کسی طبعی عادت یا کسی مرض کی وجہ سے تکبر جیسی حرکات سرزد ہوتی ہیں مثلاً:

(۱) بات کرتے ہوئے گردن یا آنکھوں کی مخصوص حرکت۔

(۲) طبعی نفاست کی وجہ سے ماتھے پر شکن پڑنا۔

(۳) آگے ہوکر ممتاز اور صاف اور عمدہ جگہ پر بیٹھنا۔

(۴) جلد بازی کے سبب اپنا کام دوسروں کے کام سے پہلے کرانے کی کوشش کرنا۔

(۵) طبعی وضعداری اور شرم کی وجہ سے بازار جانے یا بازار سے سودا اٹھا کر لانے، عادت کے خلاف لباس پہننے میں گرانی محسوس کرنا۔

☆ تیسری تنبیہ

چونکہ تکبر پوشیدہ اور دل سے تعلق رکھنے والی بیماری ہے اور اس کی ظاہری علامتیں مشتبہ ہوتی ہیں اور پوری طرح واضح نہیں ہوتیں اس لیے کسی پر متکبر ہونے کا حکم لگانا آسان نہیں ہے۔ اس وجہ سے تکبر زنا سے بھی شدید تر گناہ ہے۔ جب زنا کے متعلق نسبت دینے میں ۴ گواہوں کی شرط آتی ہے جس سے اس گناہ کے متعلق نسبت دینے سے احتیاط کا پتا چلتا ہے تو جو گناہ اس سے بھی شدید تر ہو اس میں کسی کی طرف نسبت دینے کے لیے کس قدر احتیاط چاہیے ہوگی۔ اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

☆ تکبر کب جائز ہے؟

متکبر کے ساتھ تکبر صدقہ ہے یعنی متکبر کے سامنے زیادہ تواضع اور انکساری مت دکھایئے۔ دل میں تو اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ اس وقت بھی دل میں اپنی حقارت ہی پیش نظر ہو لیکن بظاہر اس کا زیادہ اکرام نہ کیجئے کیونکہ اگر اس کا زیادہ اکرام کیا جائے گا تو اس کا مرض تکبر اور بڑھ جائے گا۔

حکایت میں ہے کہ بادشاہ تیمور لنگ جو لنگڑا تھا جب تخت شاہی پر بیٹھتا تھا تو مجبوراً ایک پیر پھیلا لیتا تھا۔ ایک صاحب علم جب ان کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے اپنی ٹانگ ان کی طرف کی ہوئی تھی وہ تو مجبور تھا لیکن جب یہ بیٹھے تو انہوں نے بھی اپنی ٹانگ بادشاہ کی طرف کر دی۔

بادشاہ نے بُرا مانا اور کہا :

مرا لنگ است (میری ٹانگ میں تو لنگ ہے اس وجہ سے ایسے رکھی ہے)

ان صاحب علم نے فرمایا :

مرا ننگ است (لیکن میرے لیئے یہ باعث ننگ وعار ہے)

کہ ایک بادشاہ کے سامنے جسکی ٹانگ اس انداز سے پھیلی ہوئی ہو اسکے سامنے بیٹھوں۔

ایک باریک نکتہ

کبھی کبھار بعض اہل علم کے اندر بھی یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ مالداروں کے ساتھ تواضع اچھی بات نہیں ہے اور نفس امارہ ان سے یہ کہتا ہے کہ مالداروں کے ساتھ انکساری برتنا ایمان کو ناقص کر دیتا ہے۔ دراصل اس میں ایک باریک فرق ہے کہ مالداروں سے تو تواضع ان کی مالداری کی بناء پر کرنا اور ہے اور کسی اور بات (مثلاً علم کی وجہ سے انکساری کرنا اور ہے)۔ اگر حبِ دنیا اور جذبۂ طلب شرف وجاہ انسان کو تواضع پر آمادہ کرتا ہے تو یہ عادت تواضع نہیں ہے یہ چاپلوسی ہے اور نفسانی رزائل میں سے ہے۔ ایسا شخص غریب لوگوں کی تواضع نہیں کرتا۔ ہاں اگر غریبوں سے بھی کوئی لالچ وابستہ ہے۔ تب وہ غریبوں سے بھی تواضع سے پیش آتا ہے۔

لیکن دولت مندوں سے تکبر کرنا اور ان کی تحقیر کرنا۔ اس وجہ سے نہیں کہ آپ ان کی چاپلوسی نہیں کرتے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آپ ان سے حسد کرنے لگتے ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کسی کو غیر متوقع طور سے اپنا احترام کرتے دیکھیں تو اس کے ساتھ تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آئیں۔

اس زندگی میں اپنے کو بڑا سمجھنا بیوقوفی ہے۔ ہاں شان اور بڑائی کا موقع تو وہ ہے جب ہماری روح نکل رہی ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمادیں:

یا ایتها النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیة مرضیه

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

اس آیت میں ہے کہ اس بندہ سے یہ کہا جائے گا کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا سب سے اعلیٰ مقام "بندگی" ہے۔ بڑائی نہیں ہے۔

ابھی اس دنیا میں بظاہر ہماری چند عبادتیں دیکھ کر لوگ ہماری تعریف بھی کردیں تو بھی کیا فائدہ؟ قیامت کے دن ان لوگوں کی تعریف کام آئے گی یا خدا کی نظر کام دے گی۔ جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے، ہمارے حج وعمرے، ہماری مجلس وماتم، ہماری زیارتیں، ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرمادے کہ ہم نے قبول کیا۔ تب خوش ہونے کا مقام ہوگا۔ ابھی کیا پتا کہ خدا کی نظر میں ہم کیسے ہیں؟ کیا کوئی خبر آئی ہے؟ کیا کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟

لہٰذا ڈرتے رہیے۔ اپنی قیمت خود نہ لگایئے۔ وہ غلام نہایت بیوقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگائے۔ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے۔ پس جب قیامت کے دن مالک الملک آپ کی قیمت لگادے اور فرمادے کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اچھلو، کودو اور خوشی مناؤ۔ مگر ابھی تو روتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے بھی رہو اور عمل بھی کرتے رہو جبکہ عمل کے بعد بھی دل میں ڈر آنا چاہیے کہ قبول بھی ہوا یا نہیں؟ چہ جائیکہ اس پر تکبر کیا جائے۔

« تکبر کے چند اسباب »

(۱) چھوٹے دماغ کا ہونا۔

(۲) قابلیت وصلاحیت کا نہ ہونا یا اس میں کمی ہونا۔

(۳) پست فطرتی یا کم ظرفی۔

(۴) کم حوصلگی۔

یعنی جب آدمی کم ظرف ہوتا ہے تو اپنے اندر ایک کمال دیکھنے کے ساتھ ہی یا ایک امتیاز کا مشاہدہ کرتے ہی اس کو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ اب وہ ایک مقام و مرتبہ کا مالک ہو گیا ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو انصاف تو یہ ہے کہ وہ کوئی کمال ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو بھی تو دوسروں کے کمالات کے مقابلے میں قابل اعتنا نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ گویا منہ کو طمانچے مار مار کر سرخ کیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے محروم کمال، صاحب کمال سے تکبر کرنے لگتا ہے جیسے غریب امیر سے، جاہل عالم سے۔ اس کی وجہ اصل میں حسد ہوتی ہے کہ جب انسان وہ کمال اپنے اندر نہ پائے جو دوسروں کے اندر ہے تو وہ دوسرے سے حسد کرنے لگتا ہے پھر یہ حسد غرور و تکبر کا سبب بن جاتا ہے کہ پھر وہ صاحب کمال کی جس طرح چاہے توہین و تذلیل کرتا ہے۔

﴿ تکبر کا علاج ﴾

تکبر ہلاک کر دینے والے اعمال میں سے ایک ہے۔ اور کوئی آدمی اس سے خالی نہیں۔ اس کا دور کرنا واجب عینی ہے۔ یہ صرف تمنا کرنے سے نہیں جاتا بلکہ علاج سے اور دواؤں کے استعمال سے جو اس کو جڑ سے اکھاڑتے ہیں، جاتا ہے۔ اس کے علاج کی دو صورتیں ہیں:

(۱) دل میں جو اس کی جڑ ہے اس کو بنیاد سے نکال دینا۔

(۲) جن اسباب سے آدمی ایک دوسرے سے تکبر کرتا ہے، ان کو دور کرنا۔

یعنی دوسرے الفاظ میں اس کا علمی اور عملی علاج کرنا چاہیے۔ دونوں کے بغیر شفائے کاملہ نصیب نہیں ہو سکتی۔

﴿ علمی علاج ﴾

اس کا یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو اور خدا کو پہچانے۔ اس لیے کہ جب انسان

اپنے نفس کی حقیقت کو پہچانے گا تو یقین کر لے گا کہ نفس سب ذلیلوں سے ذلیل تر اور قلیل چیزوں سے کم تر ہے اور اس کے حال کے مناسب سوائے تواضع، ذلت اور خواری کے اور کچھ نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کو پہچانے گا تو جان لے گا کہ کبریائی اور عظمت سوائے اس کے کسی اور کے شایانِ شان نہیں۔

جب کہ ہم سب کا گناہ گار ہونا تو یقینی ہے کہ کون سا ایسا بندہ ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو؟ اور مستحق سزا نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ خدا اس کو معاف کر دے۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے ایسا جرم کیا ہو جس سے وہ مستحق سزا ہے اور حاکم کے حکم سے قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے اور وہ شخص منتظر ہے جب میری عدالت میں پیشی ہو گی اور سب لوگوں کے سامنے سزا سنائی جائے گی اس بات پر شک نہ ہو کہ میرا قصور معاف بھی ہو گیا یا نہیں۔ اب بتائیے کہ وہ شخص دیگر قیدیوں پر تکبر کرے گا یا حالتِ ذلت و شرمندگی میں جان کی فکر میں رہے گا۔ یہی حال تمام دنیا کے انسانوں کا ہے کہ گناہ گار اور مستحق سزا تو سبھی ہیں اور دنیا ان کے لیے قید خانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے روز کس کو معافی ملے گی اور کس کو سزا؟ یہ سوچ کر وہ ہمیشہ تکبر کرنے سے باز رہے گا اور یہ علاج علمی ایسا ہے کہ اس سے تکبر کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔

آپ محسوس تو کریں کہ آپ ہیں کیا؟ اپنی ابتداء اور انتہا کو دیکھئے۔ ابتداء ایک نجس قطرہ، انتہا نجس جسم۔ ایک جانورِ متعفن، ایک عاجز جو ہزار ہا ضرورتوں میں مبتلا۔ آپ کہاں، تکبر کہاں اور انتہا میں مردار جو نجس ہے اور غسل کے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ ایک جوں آپ کا آرام چھین لیتی ہے۔ ایک گھڑی کی بھوک آپ کو بے قرار کر دیتی ہے۔ اندھیری راتوں میں آپ اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں۔ ذرا سا بخار آپ کو نڈھال کر دیتا ہے۔ ایک چوہا آپ کو اپنی جگہ سے اٹھا دیتا ہے۔ آپ کو تکبر زیبا نہیں

ہے۔ اٹھیئے اور اس کے علاج کے لیے کوشش شروع کر دیجئے۔

علاج (۱): اپنی اصلاح کے لیے رو رو کر عاجزی سے پروردگارِ عالم سے دعا کرتے رہیے کہ آپ کو اس مرض سے مکمل طور پر نجات فرمائے۔

علاج (۲): اگر اپنی کسی نعمت پر اسے عُجب یا تکبر ہونے لگے تو فوراً یہ باتیں دماغ میں لائیے۔

☆ یہ نعمتیں استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ عطائے الٰہی ہیں وہ جب چاہے سلب کرسکتا ہے۔

☆ دوسروں کے متعلق یہ سوچ لیا جائے اگرچہ ان لوگوں کے پاس یہ نعمت یا فضیلت نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ انہیں ایسی فضیلتیں دے دی گئی ہوں جن کی ہمیں خبر نہ ہو اور ان کا رتبہ خدا کے نزدیک ہم سے زیادہ ہو۔

ان دو باتوں کو دماغ میں لانے کے بعد جو غرور رہ جائے گا۔ وہ عُجب یا تکبر نہ ہوگا فقط فرحتِ طبعی ہوگی۔ مذموم نہیں ہے یا شکر ہوگا خدا کے احسان کا جس پر اجر بھی ملے گا۔

علاج (۳): نماز کے اسرار و رموز میں ایک نمایاں چیز تواضع بھی ہے جس کا اظہار سجدہ سے ہوتا ہے۔ انسان کا چہرہ تمام اعضاء کا سردار ہے۔ اس کو خاک پر رکھا جاتا ہے جو دنیا کی تمام چیزوں سے کم تر چیز ہے۔ اسی طرح اللہ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ سجدے یا نمازیں ادا کی جائیں تاکہ اپنی ذلت و شکستگی کا احساس ہوتا رہے۔

قرآن کی ایک آیت ہے:

ان الملوک اذا دخلو قریة افسدوھا.

جب بادشاہ کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں۔

وجعلو اعزۃ اھلھا اذلہ ط

اور اس کے معزز لوگوں کو گرفتار کر لیتے ہیں اور انہیں ذلیل کر دیتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں اپنی عزت کا اور اپنی عظمتوں کا جھنڈا لہراتے ہیں، جس کے دل کی بستی کو اپنے لیے قبول فرماتے ہیں۔ اس دل کے کبر کے چوہدری کو، عُجب کے چوہدری کو، ریاکاری کے سردار کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ اس کے نفس کو مٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا کبر اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہو سکتے۔

علاج (۴): خفیہ طور پر زیادہ سے زیادہ صدقہ دیں۔ اس لیے کہ صدقہ بھی تکبر دور کرنے کا ایک علاج ہے۔

علاج (۵): موت کو کثرت سے یاد کریں اور جس جگہ بھی موقع مل جائے پوری کوشش کے ساتھ میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت کیا کریں۔ بالخصوص اگر ممکن ہو تو اپنے ہاتھ سے میت نہلائیں اور خود قبر میں اتاریں اگر نہلانے کا تجربہ نہ ہو تو پانی ڈالیں یا کوئی اور خدمت بجا لائیں۔ اکثر قبرستان جانا بھی اس سلسلے میں نفع بخش ہے۔

علاج (۶): غریبوں کے پاس زیادہ بیٹھیے۔ ان کی دعوت قبول کریں۔ ان کے کام کیا کریں۔ تواضع اور خدمت عوام ہی کی زیادہ مفید ہے کیونکہ مشائخ کی خدمت تو فخر اور بڑائی کی چیز ہے۔

علاج (۷): سلام میں ہمیشہ پہل کریں حتیٰ کہ اپنے سے چھوٹوں بلکہ بچوں تک کو سلام کریں۔

علاج (۸): اگر کسی وقت غصہ ظاہر ہو جائے تو چھوٹے سے بھی معافی مانگ لیں۔

علاج (۹): غریبوں کی تعظیم اور تواضع زیادہ کریں۔ خوشی سے نہ ہو سکے تو بہ تکلف ہی کریں۔ ان سے خوش خلقی، نرمی اور شیریں کلامی سے زیادہ پیش آئیں اور جب وہ ملنے آئیں تو کھڑے ہو جائیں اور ان کی دلجوئی کریں۔

علاج (۱۰): گناہ کو دیکھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو واجب ہے لیکن گناہ گار کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔

نصیحت کرنے سے پہلے ہمیشہ یہ سوچیں کہ یا اللہ یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے نصیحت کر رہا ہوں۔

اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے اگر بادشاہ اپنے کسی سپاہی کو حکم دے کہ میرے شاہزادے کو تادیب کے لیے ۱۰ کوڑے لگائے جائیں تو جس وقت وہ سپاہی اس شاہزادے کو سزا دے گا تو کیا وہ یہ سوچے گا کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہو گیا ہوں۔ نہیں۔ وہ خود کو اندر سے کم تر ہی سمجھے گا اور صرف یہی سوچے گا کہ بادشاہ کے حکم کی بجا آوری میں مار رہا ہوں۔ پس امر و نہی کرتے وقت۔ سوچ کا ایسا ہی انداز رکھیے گا تو تکبر کم ہوتا جائے گا۔

علاج (۱۱): جب کبھی کبھی نیک عمل سرزد ہو جائے تو وہ دعا پڑھیں جو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ بنانے پر کہی تھی۔ ان لوگوں سے بڑھ کر اخلاص کس کا ہو گا؟ اللہ کا گھر بنایا لیکن اس کے بنانے کے بعد بھی اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے۔ اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا بلکہ گڑگڑا رہے ہیں۔

"ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ط"

کہ اے خدا! از راہ کرم قبول فرما لیجیے۔ تقبل باب تفعل سے ہے جس کی خاصیت تکلف کی ہے۔ پس تقبل کہنے میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہوا کہ اے خدا ہماری تعمیر تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرمالیں لیکن آپ بہ تکلف قبول کر لیجیے۔

دونوں نبیوں کی یہ دعا قیامت تک کے لیے ہمارے واسطے ہدایت ہے۔ دونوں پیغمبروںؑ کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کر کے حضورؐ کی امت کو آگاہ فرما دیا ہے کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ملے، چاہے حج کی توفیق ہو، عمرہ ہو، تلاوت قرآن، نماز شب ہو یا روزے تو اکڑ، مت، ناز نہ آئے کہ واہ! آج میں نے اتنا کر لیا۔ آج میں اللہ کا اتنا مقرب ہو گیا۔ باقی سب لوگ تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گزار ہیں بھی تو ایسے کہاں ہیں جیسا میں ہوں۔

لہٰذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے۔ کہ کوئی نیک عمل ہو جائے تو فوراً ربنا تقبل منا کہے۔ کبر سے پاک ہو جائے گا۔ جب اللہ کے سامنے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس کا تکبر کہاں رہا؟ جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ گڑگڑانا کہاں جانتا ہے؟ وہ تو اکڑنا جانتا ہے۔ ادھر اُدھر اپنی ڈینگیں ہانکتا ہے۔ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے آج تو ماشاء اللہ بہت سویرے آنکھ کھل گئی۔ نماز شب کے بعد دل پر کافی رقت طاری ہوتی ہے۔ میری آنکھیں نہیں دیکھتے کہ کیسی لال لال سی ہو رہی ہیں؟

علاج (۱۲): اگر کبھی اپنے کسی دینی یا دنیاوی فضیلت یا کمال پر نظر جائے تو یہ مراقبہ کر لیا جائے تو انشاء اللہ تکبر سے حفاظت رہے گی۔ وہ مراقبہ یہ ہے:

الف) اگرچہ میرے اندر یہ کمال ہے مگر یہ میرا پیدا کیا ہوا نہیں۔ خدا کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

ب) اب عطا بھی میرے کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ محض اللہ کا عطیہ اور رحمت ہے۔

ج) پھر عطا کے بعد بھی اس کا باقی رہنا میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے چھین سکتے ہیں۔

د) اگرچہ دوسروں میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر آئندہ ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ ان کو یہ کمال یا فضیلت حاصل ہو جائے کہ میں ان کا محتاج ہو جاؤں۔

ہ) فی الحال ہی اس شخص میں کوئی کمال ایسا ہو جو مجھ سے پوشیدہ ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو گیا ہو یا سب سے مخفی ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعے سے زیادہ ہو۔

س) اگر کسی کا کوئی کمال بھی ذہن میں نہ آئے تو یہ احتمال قائم کرے کہ شاید یہ اللہ کے نزدیک مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ میں اس کو حقیر سمجھوں؟

و) اور اگر بالفرض یہ سب باتوں میں مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے۔ مریض کا صحت مند پر، ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر۔ لہٰذا مجھے چاہیے کہ اس پر شفقت اور رحم کروں۔ اس کی تکمیل کی کوشش کروں اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو اس کے لیے دعا ہی کروں۔ اس کے بعد اس شخص کی تکمیل کے لیے کوششیں شروع کر دے۔ اس طرح اس شخص سے تعلق شفقت ہو جائے گا اور طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب کسی کی تربیت میں کوشش کرتا ہے، اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی۔

ز) اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کبھی کبھی اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات چیت کر لیا کرے، اس کا مزاج پوچھ لیا کرے۔ اس طرح ایک دوسرے سے تعلق ہو جاتا

ہے اور اس تعلق کے بعد تحقیر جاتی رہتی ہے۔

علاج (۱۳): عادات کم حیثیت (قلیل الجاہ) لوگوں کی اختیار کرے یعنی ان لوگوں کی عادتیں اختیار کی جائیں جن کو زیادہ عزت و شہرت حاصل نہیں۔ مثلاً بالکل عام سا لباس پہنے یا عام سواری پر سفر کرے چونکہ نفس کو اس سے تکلیف ہوگی۔ اس لیے زیادہ مجاہدہ اور جلدی اصلاح ہوگی۔

علاج (۱۴): اپنی عام زندگی میں کچھ منافیٔ تکبر افعال انجام دے۔ مثلاً اگر نفس غریبوں کے ساتھ نشست و برخاست کو قبول نہیں کرتا تو دل کی ناک کو رگڑ دو اور انہی کے ساتھ اٹھو بیٹھو، کھاؤ پیو، سفر کرو، مذاق کرو۔ یہ ممکن ہے کہ نفس یہ کہے کہ تم باعزت آدمی ہو، اپنی عزت و وقار کو باقی رکھو۔ ان لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں تمہاری وقعت کم ہو جائے گی۔ اپنے ماتحتوں سے ہنسی مذاق کرنے میں تمہارے وقار کو دھچکہ لگے گا۔ محفلوں میں پیچھے بیٹھنے سے تمہاری عزت و احترام میں بٹہ لگ جائے گا۔ اگر نفس ایسا کہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ سب شیطان اور نفس کی مکاریاں اور چالبازیاں ہیں کیونکہ رسول اکرمؐ و آئمہ کا احترام و وقار، ریاست و حکومت کے اعتبار سے تم سے کہیں زیادہ تھا، مگر ان کی سیرت اس کے بالکل برخلاف تھی۔ تکبر سے نجات حاصل کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے اگرچہ تھوڑا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے اپنے جلیل القدر صحابی محمد بن مسلم کو حکم دیا کہ تم تھال میں کھجوریں رکھ کر مسجد کوفہ کے پاس فروخت کرو۔ امام کے یہ صحابی اگرچہ بڑے مشہور و معروف تھے لیکن حکم ملتے ہی انہوں نے اس پر عمل کیا اس لیے تکبر سے محفوظ رہے۔ یہ ایک اچھا طریقہ تھا۔ مقصد غرور و تکبر سے بچنا ہے خواہ یہ مقصد کھجور بیچنے سے ہی حاصل ہو۔

علاج (۱۵): جان بوجھ کر حیثیت سے کم تر سواری پر بھی سفر کیا کریں۔

علاج (۱۶): ملازم یا بچوں کے ہوتے ہوئے گھر کا سودا، سبزی، آٹا وغیرہ خود لائے اور اپنی طاقت کے مطابق اسے خود اٹھائے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ اپنی عیال کے واسطے کسی چیز کا اُٹھا کر گھر لانا، مرد کے کمال کو کم نہیں کرتا۔

ایک دفعہ جناب امیرالمومنینؑ گوشت خرید کرلے جارہے تھے کہ بعض اصحاب نے عرض کی: یا امیرالمومنینؑ مجھے دے دیں کہ میں لے چلوں۔ تو آپ نے فرمایا: صاحب عیال کو سزاوار ہے کہ خود اُٹھائے۔

علاج (۱۷): اگر کوئی شخص نفیس لباس یا قیمتی لباس پہننے کا حریص ہو اور اس کو شرف و بزرگی سمجھے تو وہ متکبر ہو گیا۔ اسے چاہیے کہ تکلف کے ساتھ لباس کے اہتمام کو کم کرے۔ گفتگو، چال ڈھال، لباس و حرکات میں کچھ عرصے کے لیے نفاست پسندی، طبعی نزاکت، وضعداری وغیرہ کا خیال نہ کرے۔ نہ کسی کے اچھا بُرا سمجھنے پر توجہ دے۔ ظاہری بیماریوں اور زخموں کے لیے بعض دفعہ ہسپتالوں میں مخصوص لباس مریض پہنتے ہیں۔ ایک وقت میں کئی طرح کی پٹیاں باندھتے ہیں اور کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح اس بیماری کا مریض اس مہلک بیماری کو دور کرنے کے لیے کم از کم یہ کرے کہ سادہ لباس پہنا کرے جو اس کی حیثیت سے کم تر درجے کا ہو۔ یہ تدبیر علاج کے طور پر چند روز کے لیے اختیار کرے پھر مرض دور ہونے پر دوبارہ طبیعت اور حیثیت کے موافق پہننا شروع کردے۔ یہ سب تدابیر عارضی ہیں جو چند دن عمل میں لائی ہیں۔

علاج (۱۸): ہر ایک کی نصیحت اور رائے ماننے کو تیار رہے لیکن شرط یہ ہے کہ

یہ نصیحت طبیعت کے خلاف ہو لیکن شریعت کے خلاف نہ ہو اگر بالکل سمجھ نہ آئے تو کسی اہل علم سے مشورہ کرلے۔

علاج (۱۹): اگر کوئی اس پر زیادتی کر جائے یا کچھ بُرا کہہ دے تو بدلہ لینے کی فکر نہ کرے۔

علاج (۲۰): اپنی غیبت یا بُرائی سن کر صفائی یا دفاع کی فکر نہ کرے بلکہ اپنے باطنی عیوب کے پیشِ نظر شکر کرے کہ میری برائیاں تو بہت زیادہ ہیں، اس میں سے تھوڑی ہی بیان ہوتی ہیں۔ اس میں بھی میرا ہی فائدہ ہے کہ گناہوں کا کچھ تو کفارہ ہوگا۔

علاج (۲۱): ہر وقت اولاد یا ماتحتوں پر حکم چلانے کی فکر کرنا بند کردے۔ جب آدمی حکم زیادہ دینے لگتا ہے تو اس سے بھی اس میں غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ مشہور مجتہد مرحوم مرزا محمد تقی شیرازیؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے گھر میں بھی حکم چلانے سے اجتناب کرتے تھے۔ اپنے اہل خانہ سے یہ تک نہیں کہتے تھے کہ کھانا لے آؤ یا برتن اُٹھا کر لے جاؤ۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ گھر والے رات کا کھانا دینا بھول جاتے تھے اور یہ مرحوم بزرگ عالم دین صبح تک یونہی رہ جاتے تھے لیکن حکم دے کر کھانا اپنے کمرے میں نہیں منگواتے تھے۔

یہ نہیں ہے کہ حکم دینا حرام ہے لیکن اگر کوئی واقعی یہ چاہتا ہے کہ واقعاً مومن کامل بنے تو نفس کی جائز اور نرم و نازک خواہشات پر بھی قابو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس سلسلے میں بھی مشق کرے اور اپنے بیوی بچوں پر بھی حکم نہ چلائے۔

علاج (۲۲): اگر ایک شخص باپ کی تو ہر وقت خدمت کر رہا ہے۔ اس کو عزت دے رہا ہے لیکن اس کے بچوں کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ ان کے ساتھ حقارت سے

پیش آ رہا ہے۔ ان کی غیبت کر رہا ہے۔ باپ ہرگز ایسے کو دوست نہیں بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی معاملہ ہے ایک شخص خوب عبادت کرتا ہے، نمازِ شب پڑھتا ہے لیکن اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھتا ہے، ان کی غیبت کرتا ہے یا ان کو بُری نگاہ سے دیکھتا ہے اور دل میں بُرے بُرے خیال پکاتا ہے تو یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ مخلص نہیں۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

الخلق عیال اللّٰہ.

پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔

اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرے۔

تو اب تکبر سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عیالِ خدا کی خدمت کرے اور ان کے لیے دعا کرتا رہے۔ ان کے ساتھ احسان اور بھلائی سے پیش آئے۔

علاج (۲۳): خدا اگر کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک نقصان یہ ہے کہ کبر، ناز و عُجب، غفلت، غریبوں کی تحقیر اور کمزوروں پر ظلم اس سے پیدا ہوتے ہیں اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تفکر اور تدبّر سے کام لے اور سوچے کہ اللہ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے ورنہ میں بالکل نااہل تھا۔ مجھ میں کوئی کمال بھی نہ تھا بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہ سوچے کہ میں تو سزا کا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اب میں ناز کس بات پر کروں؟

علاج (۲۴): اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ایسا فعل ہے جس میں بُرائیاں ہی بُرائیاں

ہیں۔ آدمی اپنے کو کبھی بڑا نہ سمجھے۔ اگر یہ دماغ میں نہ آئے تو بہ تکلف اس کی مشق کرے۔ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے۔ اس نے گناہ بھی کم کیے ہیں۔ میری عمر زیادہ ہے گناہ بھی میرے زیادہ ہوں گے اور اگر اپنے سے بڑے کو دیکھے تو یوں خیال کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے اس نے نیکیاں بھی مجھ سے زیادہ کی ہوں گی۔

نکتہ

بڑے بننے میں لوگوں کو مزا آتا ہے حالانکہ چھوٹے ہونے میں مزا ہے کیونکہ بڑے بننے میں سارا بار اس پر آ جاتا ہے۔ ہاں اگر منجانب اللہ کوئی خدمت اس کے سپرد ہو جائے تو اس کی مدد ہوتی ہے اور خود بڑا بننے میں مدد نہیں ہوتی۔

علاج (۲۵): احکامِ شرع میں اپنی مرضی نہ کرے۔ چاہے کوئی فقہی مسئلہ عقل میں آئے یا نہ آئے۔ بلاچون وچرا اپنے مجتہد کے مسئلے پر عمل کرے۔ اگر شرعی احکام پر اعتراض شروع کر دے کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم نے تو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا؟ تو یہ بھی علامتِ تکبر ہے۔ شرعی تکلیف کی حکمت بھی یہی ہے کہ نفسِ لمّارہ عاجز ہو جائے۔۔۔ شرعی احکام نفسانی خواہشوں کے دفع کرنے کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ جس قدر شریعت کے مطابق عمل کیا جائے گا اسی قدر نفسانی خواہش کم ہوتی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ احکامِ شرعی میں ایک حکم کا بجالانا نفسانی خواہشوں کے دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے دل سے کیئے جائیں، کئی درجہ بہتر ہے۔ مثلاً خمس کے طور پر دس روپے دینا، ان لاکھ روپے سے بہتر ہے جو اپنی مرضی کے مطابق ادا کیے جائیں۔ عید کے دن کھانا کھانا اپنی مرضی سے کئی سال روزہ رکھنے سے

بہتر ہے۔ نمازِ صبح کی دو رکعت کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا کئی درجہ اس بات سے بہتر ہے کہ تمام رات مستحب نماز میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں۔

علاج (۲۶): جو لوگ مال و دولت پر تکبر کرتے ہیں۔ وہ اگر غور کریں تو کافروں میں اس سے زیادہ صاحب ثروت اور دولت مند ہیں۔ پس تف ہے ایسے شرف پر کہ جس میں کفار بڑھ کر ہوں اور تف ہے ایسے فضل پر جس کو چور ایک لحظہ میں چرالیں اور مالک ذلیل و مفلس ہو کر رہ جائے پس مال و دولت پر فخر کرنا عینِ جہالت ہے۔

علاج (۲۷): اگر کسی کو اپنے علم پر تکبر ہو تو اسے سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر و منزلت بڑی ہے۔ اسی قدر مجھے اندیشہ بھی زیادہ ہے اور جب عالِم آخرت کی فکر زیادہ کرے گا تو تکبر جاتا رہے گا اور اپنے نفس کو سب سے بُرا جانے گا۔ اگر جاہل کو دیکھے تو دل میں یہ کہے کہ اس نے تو جہالت و کم علمی کی وجہ سے غلطی یا خدا کی نافرمانی کی ہے اور میں نے علم رکھتے ہوئے خدا کی نافرمانیاں کی ہیں۔ تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہے۔ اگر اپنے علم سے زیادہ علم والے کو دیکھے تو سوچے کہ یہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میں اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ اپنے خاتمہ کی فکر زیادہ کرے اور دوسرں کے خوف میں زیادہ مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ہر شخص کو اپنی جان کا خوف زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر بہت سے لوگ قید ہوں اور سب کی گردن مار دینے کا حکم ہوا ہو تو ان میں سے کسی کو اس بات کی فرصت نہیں ہوگی کہ ایک دوسرے پر تکبر کریں اور ہر ایک کو اپنی جان کا رنج اور دوسرے کے حال پر متوجہ نہیں ہونے دے گا۔

کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اس کا علم امام کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ غور فرمایئے کہ امام جو معدنِ علم ہیں، تمام علم و حکمت کے خزانہ ہیں، خود

اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ صحیفۂ سجادیہ میں دعائے عرفہ موجود ہے۔ اس دعا میں ایک مقام پر حضرت امام زین العابدینؑ خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

''میں تو سب سے چھوٹا ہوں بلکہ ایک ذرے سے بھی زیادہ چھوٹا''

یہ سننے کے بعد بھی اب کوئی اپنے آپ کو عالم سمجھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں سے بڑا ہوں۔ لہٰذا جب بھی انسان کے پاس حقیقی علم آتا ہے تو اس کی سوچ کا انداز بدل جاتا ہے۔

علاج (۲۸): اگر کسی عبادت گزار کو اپنی عبادت پر بڑا ناز ہے اور وہ اس میں علماء کو بھی اپنے سامنے حقیر سمجھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ یہ سوچے کہ عالم کا علم اس کی نجات کا وسیلہ اور اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ خود اس کی عبادات کسی وجہ سے قبول نہ ہو سکیں تو خوفِ قبولیتِ عبادات اس کو تکبر سے باز رکھ سکتا ہے۔

علاج (۲۹): بعض افراد کو اپنے تقویٰ و پرہیز گاری پر تکبر ہو جاتا ہے جبکہ انہیں دیکھنا چاہیے کہ پروردگارِ عالم قرآن میں فرماتا ہے:

یعنی اطاعت تو بجالاتے ہیں مگر ان کے قبول ہونے کا خوف رکھتے ہیں۔

اور (نیکوکاروں کے متعلق) فرمایا کہ:

وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

وہ یہ بھی سوچے کہ وہ فرشتوں سے زیادہ گناہوں سے پاک اور معصوم تو نہیں ہے جبکہ ان کی کیفیت قرآن میں یہ بتائی گئی ہے:

وہ دن و رات خدا کی تسبیح (عبادت) کرتے ہیں اور اس کے خوف سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

تکبر کرنا دلیل بے خوفی ہے اور تواضع دلیل خوف ہے جو باعث نجات ہے۔

عبادت پر تکبر کرنے والے کو سمجھنا چاہیے کہ وہ ظاہر میں جتنا بھی عمل صالح کرے تو جتنی بُرائی تکبر سے ہوگی اتنی بھلائی اعمال سے نہ ہوگی۔

علاج (۳۰): فرض کرلیں کہ آپ کے اندر خوبیاں ہی خوبیاں ہیں اور کوئی عیب بھی نہیں ہے اور دوسرے شخص میں کوئی خوبی نہیں اور عیب ہی عیب ہیں۔ تب بھی آپ خود کو اس سے افضل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ:

"الاعمال بالخواتیم"

اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا خاتمہ بھی انہیں اعمال پر ہوگا یا تقدیر میں کچھ اور ہی لکھا ہے۔ کیا عجب ہے کہ جو شخص اس وقت سراپا گناہ ہو اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے اور وہ مرتبہ میں آپ سے بڑھ جائے اور اگر خدا نے ابھی اس کو ایک عمل کی توفیق نہیں دی تو وہ اس پر قادر ہے کہ نیک اعمال کی توفیق تم سے سلب کر کے اس کو دے دے۔ لہٰذا:

جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا خدا اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔

علاج (۳۱): اگرچہ مندرجہ بالا بیان کردہ طریقے تکبر کی جڑ اکھاڑنے میں بہت مفید ہیں۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم ذکرِ خدا کی اس قدر کثرت کرے کہ بُرے اخلاق ذکر کے نیچے دب جائیں اور ذکرِ خدا تمام باتوں پر غالب آجائے۔

☆ ایک اہم بات

مندرجہ بالا تمام طریقے اس وقت نافع ہیں جب تک وہ طبیعت اور نفس پر گراں رہیں اور حیثیت کے خلاف ہوں اور زیادہ مفید بھی اسی وقت تک ہیں جب تک یہ گرانی رہے کیونکہ کسی چیز کی عادت ہو جانے پر اثر بھی کم ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں وہ علاج چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں اور کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جیسا کہ

مسلسل استعمال کے بعد دوا بھی غذا بن جاتی ہے یعنی مفید تو ہوتی ہے لیکن دوا کی طرح زیادہ اثر نہیں کرتی۔ پس اگر مریض ان علاجوں کا عادی ہو تو اس کو ان کے علاوہ اور دوسرے علاج اختیار کرنا ہوں گے۔ اگر مریض کا مزاج درویشانہ ہے اور وہ امیروں سے نہیں ملتا اور فقراء کی خدمت کرتا ہے تو اب اسے امیروں کی خدمت کرنی چاہیے کیونکہ اس کا تکبر بزرگی کی لائن کا ہے۔ غرض یہ تدبیریں مریضوں کے حالات کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں۔ نیز اس سلسلے میں تکبر والوں کے انجام اور تواضع والوں کے قصے پڑھنے چاہئیں۔

﴿ تواضع فقط خدا کے واسطے ہو ﴾

تواضع وہ ہے جو خدا کے واسطے اور راہِ خدا میں کی جائے۔ اس کے علاوہ وہ مکر اور ریاکاری میں داخل ہے۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں کہ جو کوئی دنیا میں اپنے برادرِ مومن کے ساتھ تواضع کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک صدیقوں میں سے ہے بلکہ وہ حقیقت میں علی ابن ابی طالبؑ کے دوستوں میں سے ہے۔

جبھی بندہ اس وقت تک متواضع نہیں ہو سکتا جب تک وہ گھر سے نکل کر واپس لوٹنے تک کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھے۔

﴿ رسولِ اکرمؐ کی تواضع ﴾

مومن کو چاہیے کہ وہ پیغمبرِ اسلامؐ کی سیرت کا مطالعہ کرے اور ان کے طریقہ تواضع پر چلنے کی کوشش کرے تو ہمیشہ تکبر سے محفوظ رہے گا۔ پیغمبرؐ کے طریقہ تواضع کی ایک جھلک یہ ہے:

۱) جب کوئی شخص پیغمبرؐ سے ملاقات کے لیے مصافحہ کرتا تھا تو اپنا ہاتھ اس وقت

تک نہیں کھینچتے تھے جب تک دوسرا شخص اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے۔

۲) اپنا چہرہ اس وقت تک نہیں پھیرتے تھے جب تک ملاقات کرنے والا شخص خود اپنا چہرہ نہ پھیر لے۔

۳) جب آپ مسلسل کسی مجلس میں بیٹھتے تھے تو اپنے گھٹنے بھی دوسرے سے آگے نہیں کرتے تھے یعنی امتیازی شان سے نہیں بیٹھتے تھے۔

۴) بندگان الٰہی کے ساتھ پست اور معمول کی جگہ پر کھانا تناول فرماتے تھے۔

۵) سواری پر بھی بہت کم اکیلے بیٹھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے پیچھے کسی غلام یا کسی اور کو بٹھا لیتے تھے۔

۶) اپنی ازواج کے ساتھ گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

۷) اپنے کپڑوں اور جوتوں کو خود ہی ٹانک لیتے تھے۔

۸) فقراء و مسکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

۹) اپنے خادم کے ساتھ چکی پیستے تھے۔

۱۰) آٹا خمیر کرتے تھے۔

۱۱) اپنا سامان خود اٹھاتے تھے۔

۱۲) زمین پر ہی اپنی نشست و برخاست رکھتے تھے۔ فرماتے تھے: میں خدا کا بندہ ہوں۔ لہٰذا غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

۱۳) آپ کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ لوگ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔

۱۴) جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے سب سے آخر میں بیٹھتے تھے۔

۱۵) خود اونٹ کو گھاس ڈالتے تھے۔ اونٹ کو باندھتے تھے۔

۱۶) گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔

۱۷) بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔

۱۸) چھوٹے بڑے، امیر غریب سے سلام کی ابتداء خود فرماتے تھے۔

۱۹) گھر کا اور باہر جانے کا لباس ایک ہی تھا۔

۲۰) جو شخص حضرتؐ کو دعوت دیتا اس کی دعوت قبول فرماتے۔

۲۱) جس چیز کی دعوت دی جاتی۔ اس کو حقیر خیال نہ کرتے چاہے وہ تھوڑا سا خرمہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۲) تبسم فرماتے مگر قہقہہ نہ لگاتے۔ غمناک رہتے مگر درشتی نہ ہوتی۔ دین میں مضبوط رہتے مگر سختی نہ فرماتے۔

۲۳) ہمیشہ سر جھکائے رہتے۔

۲۴) جب اصحاب کے ساتھ چلتے تو ان کو آگے رکھتے اور خود ان کے بیچ میں راستے بناتے۔

۲۵) ایک مرد کو آبلے نکل آئے تھے جس میں پیپ آ گئی تھی۔ اس کی ہڈی نکل آئی تھی۔ حضورؐ کی خدمت میں اس وقت آیا جب آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ وہ بیمار جس کے پاس بھی آ کر بیٹھتا وہ اس کے پاس سے اٹھ جاتا تھا۔ جب حضورؐ نے دیکھا تو اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور اس کے ساتھ کھانا نوش فرمایا۔

۲۶) فتح مکہ کے موقع پر سرور کائناتؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک جھکا ہوا تھا۔ سراپا عجز و انکسار تھے۔ ایک ایک ادا سے تواضع اور عفو کا ظہور ہو رہا تھا حالانکہ یہ اس وقت کے سب سے بڑے دشمن کے مقابلے میں سب سے بڑی فتح تھی۔

﴿ خاتمہ کلام ﴾

حاصل کلام یہ ہے کہ ہوشیار مومن وہ ہے کہ جو تمام اعتقادی، فقہی اور اخلاقی

تکالیف وفرائض کا پابند ہو اور کسی صورت میں بھی جہالت، کوتاہ فکری، پست ہمتی اور حُبِ نفس اسے مغرور نہ بنا دے اور ایک کمال پر اکتفا کر کے سینکڑوں کمالات سے خود کو بے نیاز نہ سمجھ بیٹھے۔ دانائی وحکمت ہمیشہ صاحبِ تواضع کے دل میں جگہ پکڑتی ہے اور تکبر کرنے والے کے دل میں نہیں پکڑتی۔ آپ نہیں دیکھتے کہ جو کوئی سر اٹھاتا ہے تو اس کے سر کو چھت لگتی ہے اور جو کوئی اپنے سر کو نیچے جھکاتا ہے اس کے سر پر چھت سایہ کرتی ہے اور اسے چھپا لیتی ہے۔ جو زمین اونچی ہو وہ پانی سے سیراب نہیں ہو سکتی جب کہ پانی اس کی زندگی کا ضامن ہے۔

☆مدارک

(۱) چہل حدیث
(۲) نورِ اخلاق
(۳) اسلامی اخلاق کا جدید اسلوب
(۴) احیاء العلوم
(۵) اُمّ الامراض
(۶) علاجِ کبر
(۷) تواضع
(۸) عروج السعادۃ
(۹) نسخۂ کیمیا
(۱۰) درسِ اخلاق

التماس سورۃ الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی — سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی — سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی — سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم بنت سید حامد حسین

حاجی شیخ علیم الدین — شمشاد علی شیخ — مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون — شمس الدین خان — و جملہ شہداء و مرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی، حسّان ضیاء خان، سعد شمیم

ذوہیب حیدر، حافظ محمد علی، مسلم جعفری

اللھم صل علی محمد و آل محمد

Hassan

naqviz@live.com